Nawa-e-Sufia International

نوائے صوفیہ

شمارہ 135 E-edition انٹرنیشنل اکتوبر 2020



روضہِ انوار سلطان العارفین شیخ بایزید بسطامیؒ بسطام ایران

احیائے تصوف کا علمبردار اور اتحاد بین المسلمین کا نقیب

نوائے صوفیہ انٹرنیشنل ای۔ایڈیشن

بفیضان نظر حضرت علامہ بشیر براہ والے قدس سرہ العزیز

شمارہ: 135

اکتوبر 2020ء

مدیر اعلیٰ	غلام حسن حسنو
بتعاون	شعبہ نشر واشاعت علماء سپریم کونسل
ناشر	شاہ ہمدان تحقیقاتی ادارہ برائے تصوف
ویب سائیٹ	www.nawaisufia.com
فیس بک	www.fb.com/nawaesufia
ای میل	articles@nawaisufia.com

مضامین موبائل اور ای میل کے علاوہ موبائل ایپلی کیشن اور ویب سائٹ سے اپ لوڈ کر سکتے ہیں۔

ادارے کا مضمون نگاروں کے رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔



فہرست مضامین

غیر مطبوعہ رسائل

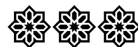
احوالِ صوفیاء

تعارفِ مخطوطات

نشرِ مکرّر

نوربخشیات

سفرِ سالک



اداریہ

تفکر و تذکر

غلام حسن حسنو

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ!

ہم نے محسن ملت سید جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ناگہانی وفات کے بعد اعلان کیا تھا کہ ماہنامہ نوائے صوفیہ ستمبر کا شمارا سید جمال الدین نمبر ہوگا۔ چنانچہ اس شمارے کے لئے قارئین سے مضامین ارسال کرنے کی درخواست کی گئی اس کے جواب میں ہمیں 13 عدد مضامین موصول ہوئے جن میں ایک خاتون مضمون نگار کا مضمون بھی شامل تھا اور ہم بروقت یہ نمبر پیش کرنے میں کامیاب ہوئے۔اس کامیابی پر ہم بارگاہ رب العزت میں سراپا سپاس گزار اور سجدہ ریز ہیں۔

اگر چہ ہم جغادری قسم کے علمأ وفضلأ سے مضامین لکھوانے اور حاصل کرنے میں ناکام رہے لیکن جن جن لوگوں نے مضامین لکھ کر ہمیں عنایت کیا اور ماہنامہ نوائے صوفیہ کی سرپرستی کی وہ ہمارے لئے بہت ہی حوصلہ افزااور لائق طمانیت ہیں۔نوجوانان براہ کی تنظیم آل براہ سٹوڈینٹ آرگنائزیشن (ABSO) نے اس خصوصی شمارے کو پرنٹ کیایہ عمل اس علم دوست تنظیم کا نہایت شاندار کارنامہ ہے۔جس کی جتنی تحسین کی جائے ،کم ہے۔

بلتستان سے آمدہ اطلاعات کے مطابقABSO نے محسن ملت سید جمال الدین نمبر کو پرنٹ کرکے فروخت کے لئے پیش کرناتھاایک علم دشمن گروہ نے اس کو فروخت کرنے نہیں دیااور لوگوں تک پہنچانے میں رکاوٹ ڈالی ہیں ۔ہم اس گروہ کو باور کرانا چاہتے ہیں کہ اب ان کی علم دشمنی نہیں چلے گی۔لوگوں کو بزرگاں مسلک نوربخشیہ سے دور کرنے کا بھیانگ نتیجہ نکلے گا۔

مرحوم بوافقیر نے شاہ ہمدان ریسرچ اینڈ پبلیکیشنز سنٹر کی تشکیل اور لاکھوں روپے مالیت کی راولپنڈی کی تاریخ کا سب سے بڑا پریس لگا کر جو خواب دیکھا تھا بزرگان نوربخشیہ کی کتابوں کی اشاعت کے ذریعے تعلیمات تصوف عام کرنے کا جو پروگرام بنایا تھا متذکرہ بالا گروہ نے مرحوم کا کفن

میلا ہونے سے پہلے پہلے ریسرچ سنٹر کو بند اور پریس کو فروخت کر کے ان کے پروگراموں پر پانی پھیر دیا ہے۔

ملت میں بیداری کی روح پھونکنے اور نوجوانوں میں جینے کا امنگ پیدا کرنے والا " نوائے صوفیہ "کو بند کرادیا۔اس کے شمارے کو فروخت کرنے سے روک کر ابھی تک ایک کوریئر آفس میں پڑے ہوئے ہیں۔

نوربخشی تاریخ میں سب سے کم غلطی والے فقہ احوط کو بنداور ہاتھ لگے نسخوں کوسلنگ پل سے دریابرد کراکر غلطیوں سے بھرپور فقہ کو دوبارہ شائع کیاتاکہ ایک آدمی کو چند ٹکے کا فائدہ ہو۔

ماضی میں مرزاحیدر دوغلت کاشغری نے947سے 956ءکے دوران نوربخشی کتابوں کو جلادیا تھااس علم دشمنی کے نتیجے میں کشمیر میں مسلک نوربخشیہ کو پھر سنبھلنے کا موقع نہیں ملا۔یہ گروہ اسی تاریخ کو دہرا رہا ہے جس کا نتیجہ جہالت کے فروغ،خشک شدت پسندی کی فراوانی اور نوجوانوں میں ذہنی انتشار کی صورت میں برآمد ہوگا۔اگرابھی سے اس کا سد باب نہیں کیا گیا تو مستقبل میں بھیانک نتائج بھگتنے کے لئے تیار رہنا پڑے گا۔

الحمدللہ ماہنامہ نوائے صوفیہ اب تک ابوالعرفان علامہ محمد بشیر ،محترم بوا فقیر اور سید جمال الدین نمبر شائع کر چکا ہے۔ یہ تینوں نمبر ان حضرات کی وفات کے بعد انہیں خراج عقیدت پیش کرنے کے حوالے سے پیش کیے گئے ہیں۔ اگرچہ یہ ایک روایتی کام ہے پھر بھی بہت اچھی روایت ہے یقینا یہ روایت جاری رہنی چاہیے۔اگرچہ عمل سے مرحوم ممدوح واپس نہیں آسکتے لیکن یقینا یہ عمل ان کی روح پرفتوح کے لئے خوشی ومسرت کا باعث اور ان کے پس ماندگاں اور بہی خواہوں کے لئے قابل فخر اور لائق تحسین ہے۔

ہماری روایت نہیں کہ ہم جیتے جی کسی اچھا کام کرنے کی زبانی تعریف وتوصیف کریں اور اس کے ذریعے سہی کسی کی حوصلہ افزائی کریں حال ہی میں ہم نے اپنے آنکھوں سے دیکھا کہ بلتستان کے صوفی منش ،درویش صفت نامور شاعر شیخ غلام حسین سحر شگری مدظلہ العالی کو بلتستان یونیورسٹی جیسے

مادرِعلمی میں بلتستان کے چوٹی کے اہل علم وادب ان کے جیتے جی خراج تحسین پیش کررہے ہیں چنانچہ اس سے شہہ پاکرہماری بھی خواہش ہے کہ کم ازکم ایک نمبرکسی محسن ملت کی حیات میں شائع کریں اورانہیں ان کی زندگی میں خراج تحسین پیش کریں ان کی حوصلہ افزائی کریں اس سلسلے میں قارئین ہمیں مشورہ دیں کہ ہم کس کو خراج تحسین پیش کرکے جیتے جی ان کی حوصلہ افزائی کریں؟

الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے وطن عزیز کرونا کی تباہ کاریوں سے کسی قدر محفوظ رکھا۔شروع شروع میں مختلف نام نہاد ماہرین کے تجزیوں اور تخمینوں نے پوری دنیامیں افراتفری اورخوف وہراس پھیلادیاجس نے ہر ذی شعور آدمی کو ہلا کر رکھ دیا اورعالمی معیشتوں کوبرباد کردیاتھا۔ یہ تجزیے اور تخمینے پوری دنیا میں بالعموم اور وطنِ عزیزمیں بالخصوص اکثر وبیشتر غلط ثابت ہوچکے ہیں اللہ رب العزت کی مہربانی اوررحم شفقت سے وطن عزیزاور اس کے باسیوں کوجانی ومالی نقصان بہت کم ہوا ہے۔پھر بھی 6 ہزار سے زائد افراد جان بحق ہوچکے ہیں،ماہنامہ نوائے صوفیہ ان مرحومین کی مغفرت وبلندیٔ درجات اورلواحقین کے صبر اور اس پر اجر وثواب کے لئے درگاہِ ایزدی میں دست بہ دعاہے۔

کورونا کی وبا سے سب سے زیادہ نقصان تعلیم کے شعبے میں ہوا ہے وطن عزیزکے گرم حصوں میں گزشتہ 6 مہینے اور گلگت بلتستان سمیت سرد علاقوں میں ساڑھے نو مہینے تعلیمی ادارے بندرہے یوں یہاں کے لاکھوں بچے تعلیم سے محروم رہے۔لاکھوں اساتذہ تعلیم وتدریس کے عمل سے دور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے۔بے کار بیٹھے رہنے سے ہونے والا ذہنی بالیدگی کا نقصان اس کے سوا ہے جن کی تلافی ناممکن ہے۔اب خدا خدا کرکے تعلیمی ادارے کھل گئے ہیں سرد علاقوں میں تین مہینوں میں پورے سال کے تعلیمی نقصان کو پورا کرنا ممکن نہیں ہے۔پھر بھی اساتذہ،بچے،والدین اور سکول انتظامیہ مل بیٹھ کر نقصانات کے ازالے کے لئے کام کریں توبہت مثبت نتیجہ نکل سکتاہے جس میں چھٹیوں کادورانیہ کم کرنا،تعلیمی سال کابڑھانااور سالانہ امتحانات کادسمبر کی بجائے مارچ میں لیاجانا شامل ہے ماضی میں سالانہ امتحانات مارچ اپریل میں ہوتے تھے سرمائی چھٹیاں امتحانات کی تیاری میں گزارتے تھے جس کا نتیجہ بہت شاندار اور مثبت نکلتا تھااس وقت ہمارے ادھر دسمبر کے شروع میں

امتحانات کے بعد سرمائی تعطیلات ہوتی ہیں۔ نئی کلاس بندی تک یوں طلبا٫یہ 3 مہینے بے کار رہ کر گزار دیتے ہیں۔

اگرچہ بعض اداروں میں آن لائین تعلیم کا آغاز ہو گیا لیکن یہاں آن لائین کو ہم محض تجرباتی سیشن ہی کہہ سکتے ہیں کیونکہ ایک تو ابتدائی تین چار مہینوں کے گزر جانے کے بعد یہ سلسلہ شروع ہوا۔ دوم آن لائین کا سسٹم پہلے کہیں موجود نہیں تھا یوں اسے ہنگامی صورت حال کے پیش نظر جاری کیا گیا ہنگامی اقدامات زیادہ نتیجہ خیز نہیں ہوا کرتا۔ سوم آن لائین تعلیم کے لئے تیز ترین انٹرنیٹ لازمی ہے بد قسمتی سے ہمارے علاقے کی انٹرنیٹ انفراسٹریکچر زمینی ساخت اور ایک ہی کمپنی کی اجارہ داری اور دوسرے عوامل کی وجہ سے ناقابلِ بیان حد تک سست ہے بھلا ایسی صورت حال میں یہ نظام براہ راست تعلیم وتربیت کا نعم البدل کیوں کر اور کیسے ہو سکتا ہے؟

بہر حال والدین بچوں کی سکول روانگی کو یقینی بنائیں اساتذۂ کرم محنت، لگن اور مشنری جذبے کے ساتھ بچوں کی تعلیم وتربیت کریں حکومت کسی بھی سیاسی مصلحت کو حائل ہونے دیئے بغیر تعلیمی وتربیتی تسلسل کا اہتمام کریں اسی میں ہم سب کا بھلا ہے۔

گلگت بلتستان میں الیکشن کی تاریخ قریب سے قریب تر آتی جا رہی ہے۔

ذرا ہشیار رہنا پھر شکاری لوٹ آئے ہیں　　تمہارے ووٹ کی خاطر بھکاری لوٹ آئے ہیں
نکل کر بنگلوں سے شان شوکت ڈھونڈنے پیدل　　ترے شانوں پہ کرنے کو سواری لوٹ آئے ہیں
ہمیں آپس میں الجھا کر رکھا ہے کتنے سالوں سے　　وہی آغا وہی سید اور قاری لوٹ آئے ہیں

بڑی دیر کی مہربان آتے آتے کے مصداق بڑی سیاسی جماعتوں نے بالآخر اپنے اپنے نمائندوں کے ناموں کا اعلان کرکے انہیں میدان میں اتار دیا ہے۔ یہاں کے احمق اور نظریاتی کارکن حسب سابق ٹکٹ ملنے کی آس لگائے رہے سیاسی پارٹیوں کو اس قسم کے موقعوں پر جیتنے والے امیدوار چاہیے نہ کہ ہار جانے والے جذباتی نظریاتی لوگ۔ ٹکٹوں کا اعلان ہوتے ہی ٹکٹ ملنے والے خوشی سے پھولے نہیں سما رہے ہیں جبکہ ٹکٹ نہ ملنے والوں نے پارٹی سے بغاوت کرنے میں ذرہ برابر دیر نہیں

لگائی آزاد امیدوار کے نام پر پارٹی کے خلاف دم ٹھونک کر انتخابی اکھاڑے میں اتر آئے ہیں اور انتخابات میں حصہ لے رہے ہیں۔

سب سے افسوسناک بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں سیاست کے کسی اصول کا پاس رکھا جاتا ہے نہ عوام کے سیاسی حقوق کا لحاظ ۔ہر طرف اندھا دھند اور من مانی اور اپنا مطلب نکالنے کے لئے ہر حربہ اختیار کرنے کا جنون عام ہے ۔اس سلسلے میں سیاسی اقدار کا خیال رکھا جاتا ہے نہ مسلمہ اخلاقی ضابطوں کا اپنے ہر ہر عمل سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ ہر حال میں اقتدار کے بھوکے ہیں۔سیاستدان ہر معاملے میں عدالتوں کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں عدالتوں کو دباؤ میں رکھنے کے لئے ہر جتن کرتے ہیں اگر اپنے حق میں فیصلہ آجائے تو کہا جاتاہے کہ عدالت نے حق وانصاف کے مطابق میرٹ پر فیصلہ دیا اگر خلاف فیصلہ آئے تو کہا جاتا ہے کہ یہ فلان فلان کا گٹھ جوڑ ہے۔افسوسناک ترین بات یہ ہے کہ اپنا مطلب نہ نکلنے اور غلط کام میں ساتھ نہ دینے پر ان محافظ قوتوں کو بھی للکارنے سے دریغ نہیں کرتے جو وطن عزیز کی نظریاتی اور زمینی سرحدوں کی محافظ ہے جن کی بدولت ہم اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے محفوظ ہیں۔

گلگت بلتستان میں الیکشن وطن عزیز کے الیکشن کے ساتھ نہیں ہوتا تقریبا اڑھائی سال کا فرق ہوتا ہے جس کی وجہ سے صحیح معنوں میں آزادانہ انتخابات کا انعقاد نہیں ہوتا کیونکہ تمام تر اقدامات اور دعوں کے باوجود وفاقی حکومت کا دباو کارفرما ہوتا ہے بچہ بچہ جانتا ہے کہ وفاقی حکمران پارٹی کے سوا کسی اور کے جیتنے کی صورت میں کیا ہوتا ہے؟ چنانچہ ووٹر وفاقی حکمران جماعت کو ووٹ دینے پر مجبور ہوتاہے۔ چنانچہ انتخابی عمل شروع ہونے سے پہلے سیاسی لوگ وفاقی حکمران جماعت میں شامل ہونا شروع ہوتے ہیں جنہیں موسمی پرندہ اور لوٹے کانام بھی دیا جاتاہے۔زیرک قسم کے سیاسی لوگ قبل از وقت وفاقی حکمران جماعت کے اہم اور بااثر لوگوں سے رابطے کرلیتے ہیں انہیں انتخابات کے موقع پر بآسانی پارٹی ٹکٹ مل جاتی ہے۔نظریاتی کارکن اور عہدیدار منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔

ایک اور افسوسناک امر یہ ہے کہ انتخابات میں حصہ لینے والے سیاسی راہنماوں میں سے اکثر انتخابی عمل شروع ہوتے ہی علاقے کا رخ کرتے ہیں باقی دنوں میں علاقے سے غائب رہتے ہیں انہیں علاقے کے مسائل کا کماحقہ علم ہوتا ہے نہ ہیں انہیں ان سے دلچپسی انہیں صرف اور صرف اپنی لیڈری چمکانےاور سیٹ جیتنے کی فکر ہوتی ہے ۔یہ لوگ اپنے اثرورسوخ اور چند شہرت پسندلوگوں کو ساتھ رکھ کر اور پانی کی طرح دولت بہاکرانتخاب جیتنے کی کوشش کرتے ہیں اور کچھ جیت بھی جاتے ہیں ہار اور جیت دونوں صورتوں میں اگلے الیکشن تک یہ لوگ پھر منظر عام سے غائب رہتے ہیں ۔

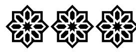
اندریں حالات ہماری مقتدر قوتوں سے گزارش ہے کہ:

1۔ گلگت بلتستان میں الیکشن وطن عزیزکے الیکشن کے ساتھ ہوتاکہ یہاں کے لوگ آزادانہ رائے دہی کا حق استعمال کر سکیں ۔

2۔ الیکشن کے عمل کو آسان بنایا جائے اور پیسے کے استعمال کو ناممکن بنایا جائے اگر یہ ممکن نہیں تو کم از کم محدود کیا جائے تاکہ بہترین ٹیلنٹ سامنے آسکے۔

3۔ گلگت بلتستان کے عوام کو چاہیے کہ ایسے نمائندے کو ووٹ دے جنہیں علاقے کے مسائل کا ادراک ہو۔تاکہ آپ کا نمائندہ علاقے کو درپیش مسائل حل کرنے میں دلچپسی لیں۔

4۔ امیدوار کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی لیڈری چمکانے کے لئے نہیں بلکہ عوامی خدمت کے جذبے سے انتخابات میں حصہ لے اور بعد از انتخابات علاقے میں رہ کر درپیش مسائل حل کرنے کی بھرپور کردار ادا کرے۔



القرآن

تفسیر نجم القرآن

حضرت شیخ علاوالدولہ سمنانیؒ
ترجمہ: مولانا علی محمد ہادی

گزشتہ سے پیوستہ

ركوعاتها ١ سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ اٰياتها ٧

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝١ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝٢ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝٣ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝٤ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝٥ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝٧

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔

ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔ بڑا مہربان (اور) نہایت رحم والا ہے، روز جزا کا مالک ہے۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہمیں سیدھا راستہ دکھا دے، اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا ان لوگوں کا راستہ نہیں جن پر غضب ہوا اور نہ ان کا جو گمراہ ہوئے۔

چار نام: اے سورۂ فاتحہ کی باطنی تفسیر کے طلب گار! تو سب سے پہلے اس کے چار ناموں کو جان لے، جو کہ یہ ہیں: ۱۔ سورۃ الحمد ۲۔ سبع المثانی ۳۔ اُم القرآن ۴۔ فاتحۃ الکتاب

۱۔ الحمد یہ ناسوتی نام ہے۔

۲۔ سبع المثانی یہ اس سورت کا ملکوتی نام ہے۔

۳۔ اُم القرآن یہ اس سورت کا جبروتی نام ہے۔

۴۔ فاتحۃ الکتاب یہ ایسا نام ہے جس کا تعلق عالم لاہوت سے ہے۔

جب تو (کتاب مطلع النقط) کی اصلِ اول میں بائے بسم اللہ کے نیچے واقع نقطے کے مطلع سے اور اصلِ ثانی

میں بائے بسم اللہ کی حد سے آگاہ ہو چکا ہے تو اب بسم اللہ کے بطن کی تفسیر کو ایسے ایجاز و اختصار کے ساتھ سمجھ لے جو اس کی تفصیلات کی جھلک دے۔ کاتبِ حقیقی (اللہ تعالیٰ) کہتا ہے کہ میں اس کتابِ جامع الحساب کی تحریر میں جس میں سب خشک و تر کا بیان ہے اور ممالکِ غیب و شہادت کے مفردات کا الگ الگ حساب ہے، اس ناسوتی آثاری نام سے شروع کرتا ہوں جو ایسی جبروتی صفات سے متصف ہے جس سے ملکوتی فعل کا صدور ہوتا ہے، تاکہ اس خزانے کا اظہار کروں جو 'الف' میں پوشیدہ ہے۔ الف 'بسم' میں پوشیدہ ہے۔ بسم اس الف کا مظہر ہے جو 'الرحمن' میں پوشیدہ ہے۔ 'الرحمن' کا الف اس الف کا مظہر ہے جو 'اللہ' کے لام اور ہا کے درمیان مخفی ہے۔ میں یہ واضح کر دیتا ہوں کہ آثاری اسم سے آغاز کرنے سے اس بات کو ظاہر کرنا مقصود ہے کہ عالم ناسوت دارالعمل ہے اور صفتِ فعلی 'رحیم' پر تسمیہ کو ختم کرنے میں اس امر کا اظہار ہے کہ عالم ملکوت ہی ہمیشہ ہمیشہ رہنے اور جزا و سزا پانے کی جگہ ہے۔ تبھی ناسوتی شقائق کو عالم ملکوت کے واسطے سے عالم جبروت کے رقیق فیضان اور عالم ملکوت کے دقائق کو عالم جبروت کے واسطے سے عالم لاہوت کے حقائق کا فیض پانا ممکن ہو جاتا ہے۔

ظاہری انسان سورۃ الحمد میں لکھی ہوئی ناسوتی حمد سے رطب اللسان ہوتا ہے جس سے وہ اس حمد کو رسائی پاتا ہے جو سبعِ مثانی سے مخصوص ہے، جس کا فیضان ساتوں لطائف کے سیاہ و سفید کو محیط ہے، جس پر ناسوتی انسان کا مدار ہے اور اس کی تربیت بدنِ عنصری میں ہو رہی ہوتی ہے۔ اسی نکتے سے سورۂ حمد پر سبعِ مثانی کے اطلاق کی وجہ معلوم ہوتی ہے۔ نیز سبع اور مثانی کے معنیٰ بھی معلوم ہو جاتے ہیں۔ جب ساتوں لطائف انسانِ غیبی اور انسانِ شہادی کی زبان سے مرتبۂ بیاضیت اور مرتبۂ سوادیّت دونوں میں حق تعالیٰ کے حمد سرا ہوتے ہیں تو جبروتی حمد کا الہام ہو جاتا ہے جو اُم القرآن میں جمع ہے۔ اُم القرآن کی حمد کی بنا پر لاہوتی حمد کا القا ہو جاتا ہے جو ذاتِ حق کے لیے ہی سزاوار ہے۔ یہ حمد فاتحۃ الکتاب میں پوشیدہ ہے۔ اسی حمد کی جانب صاحب مقام محمود ﷺ نے اپنی حدیثِ شفاعت میں اشارہ فرمایا ہے۔

اُلْهِمْتُ بِمَحَامِدَ لَا اَحْضُرُهُ الْآنَ [1] مجھ پر ایسی ایسی حمد کا الہام ہوا جو اب میرے ذہن سے باہر ہے۔

1۔ روی نحوہ البخاری 179/9 (7510) ومسلم 125/1 (398)

اس سورہ میں مخفی قرآنی حقائق کی بنا پر اسے فاتحۃ الکتاب کا نام دیا گیا، کیوں کہ ہر چیز کا نقطۂ آغاز عالم لاہوت ہے۔ اس میں موجود معنوی رقائق کی وجہ سے اس کو اُم القرآن کا نام دیا گیا، کیونکہ ام الکتاب کا تعلق عالم جبروت سے ہے اور یہی اصل کتاب ہے۔ اس سورہ میں مندرج دقائق کی بنا پر اس کا نام سبعِ مثانی رکھ دیا گیا ہے کیونکہ ساتوں لطائفِ غیبیہ کا تعلق عالم ملکوت سے ہے، جو بیاض و سواد کی زبان سے حمد سرا ہیں، اور اس میں لکھے ہوئے شقائق کی وجہ سے اسے سورۃ الحمد کہا جاتا ہے، جسے اس نماز میں پڑھنا ایک ناسوتی آدمی پر واجب ہے، جو مؤمن کی معراج ہے، جس میں بندہ اپنے رب سے راز و نیاز کی بات کرتا ہے۔ اسی حقیقت کے پیش نظر اس سورت کا نام سورۃ الحمد رکھ دیا گیا۔

باطنی معنیٰ: اب تجھے اس سورت کے باطنی معنیٰ کو جان لینا چاہیے تا کہ معراج کے موقع پر دورانِ مناجات اس کا پڑھنا درست قرار پائے اور نماز کا بندہ اور پروردگار کے مابین تقسیم ہونا صحیح ٹھہرے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے:

قَسَّمْتُ الصَّلٰوۃَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ عَبْدِیْ نِصْفَیْنِ، وَ قَالَ: اِذَا قَالَ الْعَبْدُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، اَقُوْلُ: حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ، اِلٰی اَنْ قَالَ: اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ اَقُوْلُ: سَأَلَنِیْ عَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَأَلَ۔[2]

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کیا ہے اور فرمایا: جب بندہ کہتا ہے: ساری تعریفیں اللہ کے لیے جو سب جہانوں کا رب ہے، میں کہتا ہوں: میرے بندے نے میری تعریف کی۔ حتّٰی کہ جب بندہ کہتا ہے: ہمیں سیدھا راستہ دکھا، میں کہتا ہوں: میرے بندے نے مجھ سے مانگا ہے، اس نے مجھ سے جو مانگا ہے اسے ملے گا۔

اس حدیث میں سورۃ الحمد کے پڑھنے کو نماز قرار دیا ہے۔ لہٰذا نماز میں سورۃ الحمد کی قرأت کے وجوب کے لیے یہی حدیث کافی ہے۔

2۔ رواہ مسلم (94/3)، والبیہقی فی شعب الایمان (372/5)

اجمالی تفسیر

سورۂ حمد کے بطن کے معنیٰ اجمالی طور پر یہ جاننا ہے کہ حمید و محمود اللہ نے مخلوقات کو اپنی حمد سرائی کی تعلیم دینے کا ارادہ کیا تاکہ وہ غیب و شہادت کے جہانوں میں اسی کی حمد بیان کریں اور اپنے آپ کو حق تعالیٰ کے سلام اور رحمت و برکات کا حق دار ٹھہرائیں۔ارشاد ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١﴾ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا رب ہے۔

تفسیر بطن: اللہ کا وصف بیان ہوا، جس کا ظہور عالم لاہوت میں تجلیِ اول سے ہوا، جو اکائیوں پر مشتمل ہے۔اس تجلی کے حقائق پر اسم الرب کی صفت دلالت کر رہی ہے جس کا ظہور عالم ناسوت میں چوتھی تجلی سے ہوا۔ جو کثرت وآلاف پر مشتمل ہے۔اللہ کا وصفِ رب اس لیے لایا گیا کہ عالم کثرت کے افراد کو بھی عالم احدیت کی حمد سرائی سے استفادہ واستفاضہ ممکن ہو۔

بسم اللہ میں اسمِ ناسوتی سے شروع کرنے میں جو سرّ پوشیدہ ہے، اس کے قریب قریب سرّ الحمد کہنے میں بھی ہے، لیکن اس کا تعلق چونکہ حدّ قرآن سے ہے جس کے بیان کرنے کی مجھے اجازت نہیں ہے۔

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿٢﴾ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

تفسیر بطن: پھر الرحمٰن کا وصف لایا، جس کا ظہور عالم جبروت میں تجلیِ ثانی سے ہوا۔عالم جبروت دہائیوں کا عالم ہے۔یہ تجلی ان رقایق کی بنا پر ہوئی جو حقایقِ لاہوتیہ سے وابستہ ہیں۔مختلف اطوار میں اللہ کی ربوبیت کی تعریف کرنے کے بعد اس کی رحمتِ عامہ کی تعریف کے لیے الرحمن کا وصف لایا، جو جملہ موجودات کے لیے ہے۔ پھر الرحیم کا وصف لایا جس کا ظہور عالم ملکوت میں تجلیِ ثالث سے ہوا۔یہ عالم سینکڑوں کا عالم ہے۔یہ تجلی ان دقایق کی بنا پر ہے جن کا مدار صفاتی رقایق پر ہے۔صفاتی رقایق کا مدار لاہوتی حقایق پر ہے۔قیامت کے دن مومنین پر نازل ہونے والی خصوصی رحمت پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے کے لیے الرحیم کا وصف لایا ہے۔ارشادِ خداوندی:

كَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا۔ (الاحزاب:۴۳) وہ مؤمنوں پر نہایت رحم والا ہے۔

اسی بیان کی سچائی پر دال ہے اور نبی کریم ﷺ کی دُعا:

يَا رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَيَا رَحِيْمَ الْاٰخِرَةِ۔[3] اے دنیا کے رحمن اور اے آخرت کے رحیم !

بھی اسی تقریر کی صداقت کا سچا گواہ ہے۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ روزِ جزا کا مالک ہے۔

تفسیر بطن: "مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ" کا وصف اس لیے لایا کہ لوگ یقین کریں کہ اسمائے الٰہی ازلی ہیں، جو مخلوقات کی تخلیق سے اور ظہورِ عالم سے پہلے ہی موجود ہیں۔ وہ کائنات کی آفرینش سے قبل بھی خالق تھا، جیسے وہ روزِ جزا کے ظہور سے پہلے بھی مالکِ یوم الدین ہے۔ پھر یہ خبر دی کہ بندۂ حق سے ہی حمد حقیقی معنوں میں ادا ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

تفسیر بطن: "اِيَّاكَ نَعْبُدُ" اس لیے کہ بندگانِ حق مخلصانہ انداز سے اسی کی عبادت کریں اور یقینِ کامل سے اسی کی حمد بیان کریں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ فاعل پر مفعول کو مقدم کرنے سے اختصاص کا فائدہ دیتا ہے۔ اسی نکتے کے پیشِ نظر عبادت و استعانت کے معاملے میں مفعول کو مقدم کیا ہے۔

استعانت کا معاملہ

فرمانِ الٰہی "وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" میں اسی حقیقت کا تکرار ہے، تاکہ لوگ اپنے معبودِ محمود کے سوا کسی کی مدد نہ لیں اور یہ یقین کریں کہ اس کے سوا کوئی مدد دینے والا نہیں۔ تبھی اس کی معبودیت اور مستعانیت کی تعریف کی جاتی ہے۔ جو اپنے معبود کے سوا کسی دوسرے کی مدد لیتا ہے وہ غیر اللہ کی حمد سرائی کر کے شرک کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہ وہ حقیقی شرک ہے جس سے عوام کی تو بات نہیں، خواص بھی غافل ہیں۔ تیری زبانِ حال اگر کسی
موقع پر مدد کا تقاضا کرے تو صرف ایسی ہستی سے مدد مانگ جس کی تُو عبادت کرتا ہے اور حمد کرتا ہے۔ کسی سچے قدم والے نے کیا خوب کہا ہے :

---

3. تقدم تخریجہ

اِسْتِعَانَۃُ الْمَخْلُوْقِ بِالْمَخْلُوْقِ کَاسْتِعَانَۃِ الْمَسْجُوْنِ بِالْمَسْجُوْنِ۔

مخلوق کا مخلوق سے مدد مانگنا ایسا ہی ہے جیسے قیدی کا قیدی سے مدد مانگنا۔

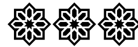
ہاں وہ محققین جن کی نظر عالم کثرت میں ہوتے ہوئے ذاتِ واحد پر ہوتی ہے، وہ یہ جانتے ہیں کہ آثارِ کثیرہ کا ظہور افعال سے ہوتا ہے، افعال کا صدور صفات سے ہوتا ہے، جبکہ صفات کا قیام ذات سے ہے۔ ان کی نظر میں سب لوگ ایک دیوار کی مانند ہیں، بعض کو بعض سے تقویت ملتی ہے، وہ آثارِ حق تعالیٰ سے مدد مانگ سکتے ہیں، کیونکہ آثارِ حق افعالِ حق سے ظہور پذیر ہیں، افعالِ حق صفاتِ حق سے صادر ہوتے ہیں جبکہ صفاتِ حق ذاتِ حق سے وابستہ ہیں۔ اس لیے ان کا آثار سے مدد مانگنا حق کی راہ میں حق تعالیٰ ہی کے لیے حق تعالیٰ ہی سے مدد مانگنا ہے۔ اس مقام تک رسائی آہستہ آہستہ ہی ممکن ہے، وہ اس طرح کہ شروع میں مدتِ دراز تک غیر اللہ کی مدد لینا بالکل ترک کرے، پھر درمیانی عرصے میں وہ غیر اللہ کے لیے غیر اللہ ہی کی مدد حاصل کرتا رہے۔ آخر میں وہ اس مقام تک پہنچ جائے گا کہ آثارِ حق سے استمداد اس کے لیے بالکل صحیح ہوگا اور اس کے موحد ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہوگا۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝۵ ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔

تفسیر بطن: جب تو حمدِ الٰہی بجالانے میں اپنے مستعان، معبود، مالک، رحیم، رحمان، رب اور محمود اللہ سے مدد مانگے اور تجھے تعلیم دینے پر اس کی حمد کرے تو حسبِ ضابطہ کلیہ:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراهيم:۷) اگر تم نے شکر کیا تو میں ضرور تمہیں زیادہ عطا کروں گا۔

(جاری ہے)



القــرآن

تفسیر جامع التنزیل والتاویل

شیخ حسام الدین بدلیسی نور بخشیؒ

ترجمہ: مولانا علی محمد محمدیؔ منہاجین

گزشتہ سے پیوستہ

یہاں تک کہ میں کہ میں کئی مراحل طے کرکے بیت اللہ کے جوار میں قیام کے لیے چلتے چلتے مدینہ اسلام تبریز پہنچا حتی کہ میرے قوائے جسمانی پر بڑھاپا غالب آیا، میری عمر بڑھاپے کے دہلیز پر آپہنچی اور عمر آٹھویں سے نویں دہائی سے تجاوز کرگئی۔

میں کبڑے کی سی طاعت و فرمانبرادی کرنے لگا حتیٰ کہ راکع کی طرح قیام کرتا تھا۔ چنانچہ میں دونوں آنکھوں سے مقصد کے فوت ہونے پر برستے بادل کی مانند آنسو بہاتا تھا اور سامان سفر کے چلے جانے کی وجہ سے آہ وزاری کرتا۔ مجھے شعر یاد آتا:

کیف الوصول الیٰ سعاد دونها

قلل الجبال و دونهن صنوف

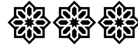
سعاد تک رسائی کیسے ممکن ہے اس تک پہنچنے کی راہ میں پہاڑ کی چوٹیاں حائل ہیں اور ان کے نیچے دشمن کی صفیں ہیں۔ میں پختہ اراہ کرچکا تھا کہ میں بلاد حرام میں اللہ والوں کی صحبت پاکر اللہ کے خاص بندوں سے استمداد کرکے کامیاب ہو جاؤں تا کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان کے باطن سے ہداہت کے انوار حاصل کرنے اور ان کے مسکن سے تقوی کے احوال کی سعادت کی توفیق عطا فرمائے اور میں ان سے اس تصنیف پر نگاہ التفاط کی درخواست کروں اور اس (جامع التنزیل والتاویل کی) تالیف کے معانی و بیان کی تصیح کے لئے ان کے مظبوط فکر کا میں سوالی ہوا۔

میرا سب سے بڑا مقصد میری انتہائی چاہت، انتہائی توفیق اور آسمان تحقیق کی چوٹی کا پتہ چلا کے اس تک پہچنا تھا۔ اہل حق اور ربانی جماعت کا راز شاہ، نجاعت یافتہ گروہ، ربانی جماعت کا برھان

نبوت تامہ کی مظہریت اور ولایت عامہ کی مصدریت کے جامع کے گھر کا چوکھٹ تھا وہ امام عالم تائید و توفیق انہی کے حامل خلافت رحمانی پر فائز فضائل نفسانی کے حامل، ہوشمند نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت کا پٹہ گلے میں ڈالنے والا سلطنت صوری اور معنوی پر چڑھنے والا تائید الٰہی میں سنن مصطفوی کے مطابق عبادت گزاری کرنے والا تخت سلیمانی پر فائز تلوار اور نیزے کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا مشارق و مغارب

کے لشکر کے ذریعہ اللہ کے دین کی اشاعت کرنے والاء جس کے قہر وجلال کے دبدبے نے بتوں کے سروں کو جھکایا جس کے عدل وفضل کی طاقت سے ناموس اسلام بڑھا اور مشرکین پر زمین تنگ ہوکر دین اور سلطنت کو وسعت دی۔ جس کی بادشاہی کہ وجہ سے مجاہدین خشک وتر پر بحر وبر کی سلطنت کے مالک ہوگئے۔ ہمیشیہ اللہ کی اطاعت کی وجہ سے بڑے بڑے بادشاہ جن کے مطیع ہوگئے۔ اللہ کی بندگی میں جس کے خلوص کی وجہ سے ساری دنیاکے بادشاہوں کی گردنوں پر حکومت کی جو اپنے قول وفعل کے ذریعہ نیکی کی اشاعت میں لگے رہے یہاں تک کہ ان کی ان کی بات اوامر واحکام میں قرآن کا ترجمان بن گئی اور ان کی ہر گفتگو انسانوں کے مابین عدل واحسان بن گئی۔ میں آپ کے مدین خلافت کی طرف اس طرح متوجہ ہوا جس طرح میرا پریشان حال مدد کے لئے متوجہ ہوتا ہے اور آپ کی شفقت اور مہربانی راہنمائی لیکر کام کا آغاز کروں کہ آپ کے در دولت کا چکر لگاؤں اور بلند وبالا بارگاہ کا بوسہ لوں اور ٹوٹے ہوئے دل سے آپ کی حفاظت گاہ کے گرد دیوانہ وار گھوموں۔

(جاری ہے)



فقہ

شرح فقہ احوط

مفتی علی محمد ہادی

گزشتہ سے پیوستہ

ساتویں صفت: (اَلْکَامِلُ) یعنی صاحب کمال۔ جب بارگاہ حق کو رسائی حاصل کر کے تمام اوصاف متعالیہ سے متصف ہو جائے اور اخلاق الٰہی سے متخلق ہو جائے تب وہ ''کامل'' کہلاتا ہے۔ جب وہ کمالیت حاصل کرنے کے بعد دوسروں کی تکمیل کی طرف متوجہ ہوتا ہے تب وہ ''مکمل'' کہلاتا ہے۔

(ج) ہر شئے کی کامل پہچان

زیر تشریح عبارت میں تیسرا اہم بحث طلب نکتہ یہ ہے کہ ہر شئ کی کامل پہچان کس طرح حاصل ہوتی ہے۔ حضرت میر سید محمد نوربخش قدس اللہ سرہٗ نے اپنے بیٹے کو اوصاف کے ساتھ مخاطب کرنے کے بعد جملہ معترضہ کے طور پر ایک دعائیہ جملہ لایا اور فرمایا کہ ''رَزَقَكَ اللهُ كَمَالَ الْمُعْرِفَةِ فِيْ حَقَائِقِ الْاَشْيَآءِ شَرِيْعَةً وَّ طَرِيْقَةً وَّ حَقِيْقَةً ''یعنی اللہ تجھے تمام اشیاء سے متعلق شریعت، طریقت اور حقیقت کے حوالہ سے کامل معرفت عطا کرے'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کامل معرفت کے تین اہم مدارج ہیں:۔

۱۔ شرعی احکام کا جاننا۔ ۲۔ طریقت کے آداب کا جاننا۔ ۳۔ معارف حقیقت کا جاننا۔

معرفت ان تینوں درجات کو حاوی ہے گویا کہ بندہ حق علّت فاعلی کی حیثیت رکھتا ہے۔ احکام شریعت علت مادی کی جگہ پر ہیں۔ آداب طریقت علت صوری کے مقام پر ہیں اور بندہ مؤمن کو حاصل ہونے والے معنوی فیوض و انوار اور حقائق و معارف علت غائی کے درجے پر ہیں یعنی جب بندہ مؤمن حضور نبی اکرم ﷺ کی متابعت میں آپ ﷺ کے طریقہ اور سنّت و سیرت کے مابق احکام شریعت پر عمل پیرا ہوتا ہے تو اس کے نتیجہ میں جو اجر و ثواب، فیوض و برکات اور رضوان ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عارفین فرماتے ہیں:۔

''اَلشَّرِيْعَةُ اَقْوَالُ النَّبِيِّ وَالطَّرِيْقَةُ اَفْعَالُهُ وَالْحَقِيْقَةُ اَحْوَالُهُ''

یعنی شریعت حضور نبی اکرم ﷺ کے فرمودات، طریقت آپ ﷺ کے معمولات اور حقیقت آپ ﷺ کے معنوی حالات سے عبارت ہے۔ ان تمام مدارج کی معرفت حاصل کرنے کو حضرت میر سید محمد نوربخشؒ نے ''اَلْعِلْمُ بِاَحْكَامِ اللهِ، اَلْعِلْمُ بَطَرِيْقِ الْوُصُوْلِ اِلَى اللهِ وَالْعِلْمُ بِاللهِ'' سے تعبیر کیا ہے۔

شریعت، طریقت اور حقیقت کے درمیان فرق کو ایک مثال کے ذریعہ واضح کرتے ہوئے حضرت میر سید محمد نوربخش اپنی کتاب نجم الہدیٰ صفحہ۔۔۔میں فرماتے ہیں:۔

شریعت پوست است و مغز آمد حقیقت میان این و آن باشد طریقت

''شریعت چھلکا یعنی ظاہری احکام سے عبارت ہے۔ اس کا اندرونی مغز حقیقت کہلاتا ہے جبکہ پوست اور مغز کے درمیان میں جو وسائط و اجزاء ہیں طریقت کی وہی حیثیت ہے۔

درمیانی اجزاء اور اندرونی مغز کے تحفظ تکمیل کے لئے ظاہری چھلکے کا ہونا ناگزیر ہے۔ اگر کسی پھل کا چھلکا اتر گیا تو وہ پھل نا قابل استعمال ہوتا ہے اور اس کے اندر مغز بھی نہیں بنتا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص شریعت کا پابند نہ ہو وہ طریقت کا راہی بن سکتا ہے اور نہ ہی وہ حقیقت کے معارف و اسرار کا شناسا ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت میر سید محمد نوربخش نجم الہدیٰ میں فرماتے ہیں کہ:۔

ھر کہ نبود بر شریعت استوار در طریقت دم زدن اورا چہ کار

''جو کوئی شریعت پر گامزن نہ ہو اس کے طریقت کی باتیں کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا یعنی جو شخص پوری طرح شریعت کا پابند نہ ہو اس کو طریقت سے کچھ سروکار نہیں ہے۔'' الغرض شریعت قرآن و سنت و دیگر ادایہ شرعیہ سے مستنبط احکام کو کہتے ہیں اپنے اندر ''احسان'' کی کیفیت پیدا کر کے ان احکام پر عمل پیرا ہوتا طریقت ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ: چند لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السّلام کے واقعہ میں یہ بات ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام صاحب شریعت تھے اس لئے آپ علیہ السّلام نے حضرت خضر علیہ السّلام کے ان کاموں پر اعتراض کیا جو حضرت خضر علیہ السّلام نے انجام دئے تھے۔ حضرت خضر علیہ السّلام صاحب طریقت تھے۔ اس کی رو سے ان امور کا علم لدنی طور پر حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو (علم) نہیں تھا۔ حضرت خضر علیہ السّلام کو یہ علم لدنی عطا ہوا تھا۔ گویا شریعت کا علم اکتسابی علم ہے۔ اس کا درجہ کمتر ہے اور طریقت کا علم وہی علم لدنی ہے اس میں اکتساب کو دخل نہیں ہے۔ اس لئے اس کا درجہ شریعت کے مقابلہ میں برتر ہے۔ لیکن واضح

رہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور حضرت خضر علیہم السّلام کے واقعہ علم شریعت اور علم طریقت سے جوڑ کر موسیٰ علیہ السّلام کو شریعت کا عالم اور حضرت خضر علیہ السّلام کو طریقت کا عالم قرار دے کر ان میں فرق کرنا ان لوگوں کی نہ صرف فاش غلطی ہے بلکہ حقیقت سے کوسوں دور بھی ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اولوالعزم نبی تھے ان کے پاس شریعت، طریقت اور حقیقت کے بارے میں علوم جمع تھے۔ نیز ہر نبی کو کو جو علم عطا ہوتا ہے وہ علمائی ولدنی ہے۔ البتہ حضرت خضر علیہ السّلام کے نبی ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہے۔ کچھ لوگ انہیں نبی مانتے ہیں اور بعض حضرات ان کو نبی نہیں مانتے۔ البتہ ان کے ولی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ان کے پاس بھی شریعت، طریقت اور حقیقت کا علم جمع ہے۔ اس واقعہ میں اس حقیقت کا اظہار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آزمائش کی خاطر حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو تکوینی علم سے بھی نوازا تھا۔ تکوینی امر کا اختیار خود اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی منشاء کے تحت کسی نبی سے بطور معجزہ یا کسی ولی سے بطور کرامت کسی تکوینی امر کا ایجار یا افنا یعنی اظہار فرماتا ہے۔ اس کا شریعت و طریقت سے کچھ واسطہ نہیں۔ شریعت اسلام احکام کا علم ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کے کسب کو کچھ دخل نہیں۔ جبکہ طریقت اس جذبے کو کہتے ہیں جو انسان کے اندر نیت، ارادت، صبر، شکر، تسلیم ورضا اور توکل جیسی صفات پیدا کرتا ہے اور اسے پورے کا پورا دین پر عمل پیرا بناتا ہے۔ بالفاظ دیگر شریعت تو شاہراہ ہے اور طریقت گاڑی میں ڈالے جانے والے ایندھن کی مانند ہے جس کے بغیر گاڑی شاہراہ پر چل نہیں سکتی۔ شاہراہ کے بغیر گاڑی میں خوب تیل ڈال کر چلائیں تو گاڑی سٹارٹ کی آواز خوب نکالے گی۔ دھواں خوب چھوڑے گی لیکن راستہ طے نہیں ہو گا بلکہ چند میٹر آگے نہیں بڑھ سکے گی۔ اسی طرح اگر طریقت کا جذبہ نہیں ہے تو شریعت کا راستہ کشادہ و ہموار ہوتے ہوئے کوئی نہیں چل پاتا۔ نیز شریعت کے بغیر طریقت کے دعویدار لوگ ہو حق کے خوب نعرے لگائیں گے اور بدعات و خرافات کا دھواں خوب نکالیں گے۔ مگر خدائے تعالیٰ تک جانے والا سلوک کا راستہ ہر طے نہیں ہو گا۔

(جاری ہے)



حدیث نبوی ﷺ

قرآن و سنت اور اہل بیت

تحریر: غلام حسن حسنو

گزشتہ سے پیوستہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

اِنِّی تَارِكٌ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ كِتَابَ اللّٰهِ وَ عِتْرَتِیْ اَلَا فَتَمَسَّكُوْا بِهِمَا فَاِنَّهُمَا حَبْلَانِ لَا یَنْقَطِعَانِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔

میں تم میں دو گراں بہا چیزیں چھوڑ جاتا ہوں ایک کتاب اللہ اور دوسری میری عترت! تم ان دونوں کو مضبوط تھامے رہو کیونکہ یہ ایسی رسی ہے جو قیامت تک نہیں ٹوٹیں گی۔

یہ حدیث اسی طرح، معمولی اور بہت زیادہ فرق کے ساتھ ان کتابوں میں نقل ہوا ہے۔

1. رسالہ معراجیہ ص ۴۱
2. المودۃ القربی ص ۲۰
3. مشکوۃ جلد سوم ص ۲۷۳
4. ریاض الصالحین ص ۱۴۵
5. اثبات الہداۃ جلد اول ص ۵۵۷، ۶۰۹، ۶۵۸، ۷۲۳، ۷۳۵
6. عیون اخبار الرضا جلد دوم ص ۶۲
7. امالی شیخ طوسی جلد اول ص ۲۶۱
8. نہج الفصاحہ ص ۲۲۹
9. روضۃ الفردوس ص ۲۱۳
10. انسان نامہ ص ۱۱۲
11. شاہ ہمدان کے رسالے السبعین فی فضائل امیر المومنین میں ابی سعید خدری سے یہ حدیث مروی ہے اس میں ثقلین کی جگہ خلیفتین یعنی دو خلیفہ آیا ہے۔

خَلِيْفَتَيْنِ اِنْ اَخَذْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِىْ اَحَدُهُمَا اَكْبَرُ مِنَ الْاٰخِرِ كِتَابُ اللّٰهِ حَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ وَعِتْرَتِىْ وَهُمْ اَهْلِ بَيْتِىْ

اور آخر میں یہ دونوں جدا نہیں ہوں گے اور حوض کوثر پر پہنچ جائیں گے اور عترتی کا مطلب اہل بیتی آیا ہے۔

لَمْ يَفْتَرِقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَىَّ الْحَوْضِ۔ روضۃ الفردوس اور مودۃ القربی میں یہ حدیث ابوسعید ہی سے مروی ہے اس میں عترتی کی جگہ اہل بیتی آیا ہے۔

كِتَابُ اللّٰهِ حَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ وَ اَهْلَ بَيْتِىْ۔

یہ حدیث محدثین میں کافی مشہور ہے اس کے پہلے حصے یعنی کتاب اللہ کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں لیکن عترتی کے بارے میں شدید اختلاف ہے کسی میں عترتی، کسی میں اہل بیتی اور کسی میں سنتی آیا ہے۔ حدیث کی کتابوں میں یہی صورتیں موجود ہیں۔ اسی طرح حدیث کے آخر میں فَاِنَّهُمَا حَبْلَانِ لَا يَنْقَطِعَانِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ بھی مختلف کتابوں میں مختلف ہیں کسی میں کچھ ہے اور کسی میں کچھ۔

تمام تر لفظی اختلافات کے باوجود اس حدیث میں دو باتیں نہایت اہم ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ رسول ﷺ اپنی امت کو دو چیزوں سے وابستگی کی تاکید فرماتے ہیں ان میں سے ایک قرآن پاک ہے جس کے بارے میں کسی کو کوئی بھی شک وشبہہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ خود بھی کتاب الٰہی سے وابستگی اور اس پر ایمان و عمل کی بار بار تلقین کرتے ہیں اور اور یہ بھی صحیح ہے کہ:

گر تو می خواهی مسلمان زیستن　　　　نیست ممکن جز به قرآن زیستن

دوسری چیز عترت / اہل بیت سے وابستگی ہے۔ ان سے وابستگی یہ ہے کہ ان کو برحق مانا جائے، ان پر ایمان رکھی جائے، ان کے حکم اور عمل کی پیروی کی جائے اور ان کے منع کردہ باتوں سے باز رہا جائے۔ یا سنت نبوی یعنی سنت نبوی کا التزام کیا جائے۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان دونوں سے وابستگی کی صورت میں اُمت راہِ راست پر گامزن رہے گی، ہر قسم کی لغزشوں سے محفوظ رہے گی اور گمراہ ہو جانے، شیطان مردود کے بہلاوے میں آکر سرکشی کرنے اور خدا و رسول کا باغی بننے سے بچ جائے گی۔

ان دونوں سے حقیقی معنوں میں وابستگی اور راہِ راست پر گامزن رہنے کے نتیجے میں اُمت کو دنیوی مشکلات اور پیچیدگیوں سے نجات ملے گی اور اخروی زندگی میں کامیابی اور کامرانی اس کا قدم چومے گی۔

یہ حدیث جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے محدثین میں کافی مشہور ہونے کے باوجود لفظی اختلافات نے گروہی اور فرقہ وارانہ پھوٹ کی شکل اختیار کی چنانچہ اس کے نتیجے میں توازن برقرار نہیں رکھ سکا کچھ فرقوں جیسے غالی شیعہ فرقوں نے اہل بیت کو زیادہ اہمیت دی اور قرآن کو نظر انداز کر دیا جبکہ کچھ نے جیسے نیچری، خارجی اور اہل قرآن نے قرآن پاک کو زیادہ اہمیت دی اور اہل بیت یا سنت نبوی کو نظر انداز کر دیا۔ حالانکہ رسول ﷺ نے دونوں کو مساوی درجہ دیا اور یہ بھی فرمایا کہ یہ دونوں کو پکڑیں دونوں ساتھ ساتھ ہوں گے اس لئے ہمیں چاہیے کہ ان دونوں میں توازن رکھیں یہ توازن بندے کو زندگی کی گاڑی چلانے میں مدد دے گی اسی طرح روحانی پرواز میں بھی ممد و معاون ثابت ہو گی۔

سنت رسول ﷺ کے عمل کا نام ہے۔ عترت یا اہل بیت کی صورت میں اہل بیت سے مراد کون ہیں؟ ریاض الصالحین کی زید بن ارقم سے مروی حدیث میں حضرت زید بن ارقم نے ان لوگوں کو اہل بیت قرار دیا گیا ہے جن کے لئے صدقہ کھانا حرام کر دیا تھا جن میں رسول اللہ کے چچا عباس اور ابو طالب کی اولاد شامل ہیں۔

پھر یہ سوال کہ اہل بیت سے مراد کیا وہ اہل بیت ہیں جو رسول ﷺ کے وصال کے وقت موجود تھے یا وہ بھی ہیں جو بعد میں آئے اور قیامت تک آنے والے ہیں جو آج تک سادات کے نام سے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے موجود ہیں؟

ہمارے خیال میں اہل بیت، جن کی پیروی کرنا امت مسلمہ پر لازم ہے، سے مراد وصال نبوی ﷺ کے وقت موجود لوگوں کے لئے اس وقت موجود اہل بیت اور بعد کے مختلف ادوار میں اسی دوران موجود اور وفات یافتہ اہل بیت سے وابستگی اور تمسک ہے لیکن اہل بیت سے مراد خونی رشتہ نہیں بلکہ روحانی رشتہ ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ قرآن پاک میں حضرت نوحؑ اور ان کے طوفان کا ذکر سورۂ ہود میں موجود ہے حضرت نوحؑ نے اپنے بیٹے کو سوار کرنا چاہا لیکن وہ سوار ہونے سے انکاری ہوا جب وہ پانی میں ڈوبنے لگا تو حضرت نوحؑ نے اللہ تعالیٰ سے اس کو بچانے کی دعا مانگی اور یہ بھی کہا کہ

اِنَّ ابۡنِیۡ مِنۡ اَہۡلِیۡ۔ اے رب میرا بیٹا میرا گھر والا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ:

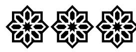
یٰنُوۡحُ اِنَّہٗ لَیۡسَ مِنۡ اَہۡلِکَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیۡرُ صَالِحٍ۔

اے نوح وہ تیرا گھر والا نہیں کیونکہ اس کا عمل غیر صالح ہے۔

معلوم ہوا کہ خونی رشتہ کافی نہیں بلکہ عمل صالح ضروری ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ نجیب الطرفین سادات میں سے سید ایک شخص غیر مسلم ہے۔ کتنے ہی سید ہوں گے جو بدکار اور کافر و مشرک ہوں اگر اہل بیت سے مراد سید ہونا لیا جائے تو سوال یہ ہے کہ کیا ایک مسلمان کافر بدکار و مشرک سید سے وابستگی اور تمسک اختیار کرے؟ اگر کرے تو کیسے کرے؟

معلوم ہوا کہ یہاں پر اہل بیت یا سید مراد نہیں بلکہ وہ نیکوکار اور صالح بندے ہیں جو خواہ رسول اللہ سے کوئی خونی رشتہ نہ ہو لیکن آپ پر ایمان اور عمل کی بدولت نیک، صالح اور پرہیزگار ہو۔ چنانچہ میر سید محمد نور بخشؒ رسول اللہ کی یہ حدیث نقل کرتے ہیں جس میں آپ فرماتے ہیں: کُلُّ تَقِیٍّ اٰلِیۡ۔ ہر تقی میرا آل گھر والا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اگر ہم راہ ہدایت پر گامزن رہنے کے خواہشمند اور دین و دنیا دونوں میں کامیابی و کامرانی کے متمنی اور قربِ الٰہی کے آرزومند ہیں تو ہمیں قرآن پاک سنت رسول اور اہل بیت نبوی کو برابر اہمیت دینی ہو گی اپنے اقوال، کردار اور رفتار کو ان کے مطابق بنانا ہو گی اور ان کی روشنی میں زندگی گزارنی ہو گی۔



تراجم مخطوطات

بهجة الطائفه

حضرت شیخ عمار یاسر بدلیسیؒ

ترجمہ: مولانا علی محمد محمدی منہاجین

گزشتہ سے پیوستہ

ایمان کی استقامت علم کی مخالفت کے مقابلہ میں موافقت کی حفاظت کرنا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: اَلْاِیْمَانُ عُرْیَانٌ وَّلِبَاسُهُ التَّقْوٰی ایمان برہنہ ہوتا ہے اور اس کا لباس تقوی ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے: اَلْاِیْمَان قَیْدُ الْفَتِكْ۔ ایمان تیری الفت کا بند ہونا ہے۔

حقیقت کے مطابق ایمان کی استقامت یہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ۚ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا[4]

مؤمنین کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل خوفزدہ ہو جاتے ہیں اور جب آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ کر دیتی ہیں اور وہ رب پر توکل کرتے، نماز قائم کرتے اور دی گئی رزق سے خرچ کرتے ہیں حقیقت میں یہی لوگ سچے مؤمن ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے توکل کو حقیقت کے مطابق ایمان کی حقیقت قرار دیا ہے۔ پس صاحبِ استقامت کے لئے استقامت کی علامت اس کا اپنا ایمان ہے کہ وہ اپنی قلبی قوت اللہ کی طرف سے اللہ پر ہونے کی وجہ سے اللہ کے سوا کسی کو نہیں تھامتے، وہ اللہ کے سوا کسی کا خوف رکھتا ہے نہ ہی کسی سے امید۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

مَنْ خَافَ اللّٰهَ خَافَهٗ كُلُّ شَيْءٍ وَمَنْ خَافَ مِنْ غَیْرِ اللّٰهِ خَوَّفَهُ اللّٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ۔

جو اللہ سے ڈرتا ہے تو ہر چیز اس سے ڈرتی ہے اور جو غیر اللہ سے ڈرتا ہے تو اس پر ہر چیز کا خوف مسلط کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

4۔ سورۃ الانفال آیت ۲۔۳۔۴

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۖ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ [5]

بیشک یہ شیطان ہے جو تمہیں اپنے دوستوں سے دھمکاتا ہے پس تم ان سے مت ڈرو اور مجھ ہی سے ڈروُ اگر تم مومن ہو۔

مختصراًایمان کی استقامت یہ ہے کہ بندہ اللہ کی وجہ سے ہر ایک سے غنی ہو، اور صرف اسی کا فقیر و محتاج ہو جیسا کہ حدیث قدسی میں آیاہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَا مِنْ مَخْلُوْقٍ يَّعْتَصِمُ بِمَخْلُوْقٍ دُوْنِيْ اِلَّا قَطَعْتُ اَسْبَابَ السَّمٰوَاتِ دُوْنِهٖ اِنْ سَاَلَنِيْ لَمْ اُعْطِيَهٗ وَاِنْ دَعَانِيْ لَمْ اُجِبْهُ وَاِنِ اسْتَغْفِرْنِيْ لَمْ اَغْفِرْ لَهٗ وَمَا مِنْ مَخْلُوْقٍ يَّعْتَصِمُ بِيْ دُوْنَ خَلْقِيْ اِلَّا ضَمَنَتِ السَّمٰوَاتُ وَالْاَرْضُ رِزْقَهٗ فَاِنْ سَاَلَنِيْ اُعْطِيَتُهٗ وَاِنْ دَعَانِيْ اُجِبْتُهٗ وَاِنِ اسْتَغْفِرْنِيْ اَغْفِرُ لَهٗ

جو مخلوق میرے سوا کسی اور کو تھام لے تو میں آسمان کے وسائل اس پر بند کر دیتاہوں اگر وہ مجھ سے مانگے تو نہیں دیتااوراگر وہ دعا کرے تو قبول نہیں کرتا، اوراگر استغفار کرے تو مغفرت نہیں کرتا۔جو کوئی دوسروں کو چھوڑ کر مجھے تھام لے تو آسمان وزمین اس کو رزق کی ضمانت دیتی ہے اگر وہ مجھ سے مانگے تو عطا کرتا ہوں اور اگر دعا کرے تو قبول کرتا ہوں اگر مجھ سے مغفرت مانگے تو اس کی مغفرت کرتا ہوں۔

اور حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ بھی ارشاد گرامی ہے:

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنُ هَوَاهُ تَبِعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ

تم میں سے کوئی مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشات ان تمام احکام کے تابع نہ ہوں جو میں لے آیا ہوں۔

اور یہی علم، عمل، ذوق اور کشف کے مطابق ایمان کی استقامت ہے۔

استقامتِ قلبی

دل کی استقامت علم کے مطابق آتی ہے وہ امر الٰہی اور نہی الٰہی کی متابعت، اور کتاب و سنت کی محافظت سے عبارت ہے جیسا کہ حدیث پاک میں آیاہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے:

5. سورۃ آل عمران ۱۷۵

إِنَّ لِلّٰهِ آوَانٌ فِي الْأَرْضِ أَلَا وَهِيَ الْقُلُوبُ فَأَحَبُّهَا إِلَى اللّٰهِ أَرَقُّهَا وَأَصْفَاهَا وَأَصْلَبُهَا[6]

بیشک زمین میں اللہ کے برتن ہیں اور وہ دل ہیں ان میں پسندیدہ ترین وہ ہے جو سب سے نرم، سب سے صاف وشفاف اور سب سے مضبوط ہو۔

پس وہ اپنے مسلمان بھائیوں پر زیادہ نرم، گناہوں سے زیادہ صاف وشفاف اور اللہ کی ذات کے بارے میں زیادہ سخت ہوتا ہے۔ سو دل کے یہ تین اوصاف حقیقی معنوں میں احوال میں ترقی اور دل کی استقامت کی شرائط ہیں اور وہ وعد ووعید پیشگی ہونا اور غیب آشکار ہونا ہے کیونکہ دل کے لئے رقت کے دو فائدے ہیں پہلا فائدہ اللہ کی تمام مخلوق پر رحمت ظاہر ہوتی ہے اور دوسرا شفقت ظاہر ہوتی ہے۔ اس بات پر سنت نبوی ﷺ ناطق ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے:

لَا يَكْمِلُ إِيمَانُ عَبْدٍ حَتّٰى يُحِبُّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ[7]

کسی کا ایمان کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو وہ خود پسند کرتا ہے۔

جب ایمان کامل ہوجاتا ہے تو دل استقامت اختیار کرلیتا ہے اور آیات، علامات، کرامات اور حالات ظاہر ہوجاتی ہیں۔ جیسا کہ ان میں سے بعض نے کہا ہے:

إِنَّ ابْنَ عَبَّاسَ إِسْتَرَقَ الْغَيْبَ مِنْ وَّرَآءِ سَتْرٍ رَقِيقٍ يَعْنِي الْقَلْبُ.

حضرت (عبد اللہ) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک باریک پردے سے رقت غیبی یعنی رقت قلبی حاصل کی ہے۔

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ[8]

بیشک اس میں انتباہ ہے اس شخص کے لئے جو صاحب دل ہے۔

صفائے قلب کے فوائد

6. انظر ھذا الحدیث ایضا فی ص ﷺ م قلب فصل ۱۳ ص ۳۳

7. قارن ھما ورد فی المعجم المفھر ۱:۴۰۶ تحت حب وصحیح البخاری تحقیق البغا، ایمان، رقم ۱۳، و صیحیح مسلم، تحقیق عبالباقی، ۱:۶۸، رقم ۴۵، وسنس الترمذی، تحقیق عبدالرحمن عثمان، صفۃ القیامۃ رقم ۲۶۳۴۔

8. سورۃ ق آیت ۲۷

صفائے قلب کا فائدہ علمِ باطن پانا اور غیبی احوال کا مشاہدہ کرنا ہے اور یہ دل کے لئے کان اور آنکھ کا درجہ رکھتا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ لِلْقَلْبِ عَيْنَيْنِ وَاُذُنَيْنِ فَاِذَا اَرَادَاللهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا فَتَحَ عَيْنَيْهِ الَّتَيْنِ فِيْ الْقَلْبِ

بیشک دل کے دو کانیں اور دو آنکھیں ہیں جب اللہ تعالیٰ کسی پر خیر فرماتا ہے تو قلب میں موجود دونوں آنکھیں کھول دیتا ہے۔

یہ حدیث پاک ایک دوسرے طریقۂ سند سے بھی مروی ہے۔

مَا مِنْ عَبْدٍ اِلَّا وَفِيْ قَلْبِهٖ عَيْنَانِ غَيْبَانِ دَرَكَ بِهِمَا

کوئی بھی بندہ ایسا نہیں جس کے دل میں دو غیبی آنکھیں نہ ہوں تاکہ وہ ان کے ذریعے غیب کا ادراک کرے۔ اور

الْغَيْبَ فَاِذَا اَرَادَاللهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا فَتَحَ عَيْنَيِّ قَلْبِهٖ

جب اللہ کسی بندے پر خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے دل کی وہ دو آنکھیں کھول دیتا ہے۔

سو معلوم ہوا کہ قلب کی استقامت سمیع (دل سے سننے والا) اور بصیر (دل سے دیکھنے والا) بنتا ہے۔ وہ وحی کو سنتا ہے اور غیب کا مشاہدہ کرتا ہے۔

استقامت قلبی کی ۲ اقسام

پس (مذکورہ) دونوں احادیث سے واضح ہوا کہ دل کی استقامت کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ ظاہری علمی قسم: اس سے مراد دل کا (اللہ کی ذات کے بارے میں) سخت ہونا، (اللہ کی مخلوق پر) نرم ہونا اور گناہوں سے صاف و شفاف ہونا ہے۔

۲۔ باطنی ذوقی حالی کشفی قسم: اس سے مراد دل کا سننا، دیکھنا، اور غیبی ہونا ہے۔

تربیت اور معاملات کے ذریعے دل ان مراتب پر فائز ہوتا ہے چنانچہ دل وجد سے انس کی وجہ سے نرم، ذکر الٰہی سے انس کی بناء پر صاف و شفاف اور اللہ سے انس و محبت کی وجہ سے سخت ہو جاتا ہے۔ اور جب دل کی آنکھ اور دل کا کان کھل جاتا ہے تو غیب دیکھتا اور سنتا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ وہ بہت دور کی چیز کو دیکھتا ہے اور دور کی مسافت سے سنتا ہے یہ ایسے ہے کہ وہ اللہ کی قوت سے دیکھتا ہے اور اللہ ہی کی قوت سے سنتا ہے۔ دل یہ مقام

تربیت ہی کے ذریعے حاصل کرتا ہے وہ غفلت کی ظلمت چھوڑ کر بیداری کے نور سے منور ہو جاتا ہے۔ دل کے حال اور اس کی تربیت کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اِنَّ الْقُلُوْبَ لَتَصْدَءُ كَمَا تَصْدَءُ الْحَدِيْدُ قِيْلَ فَمَا جَلَاؤُهَا؟ قَالَ ذِكْرُ الْمَوْتِ وَتِلَاوَتُ الْقُرْاٰنِ

بیشک دل بھی لوہے کی مانند زنگ آلود ہوتے ہیں۔ عرض کیا گیا تو پھر کس طرح چمکایا جا سکتا ہے؟ فرمایا: موت کی یاد اور قرآن کی تلاوت کے ذریعے۔

دل کو صاف کرنے والی اور دل کے لئے مفید چیزوں میں قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے اور موت کو یاد کرنے سے زیادہ مفید کوئی چیز نہیں ہے۔ بیداری حاصل ہونے، بصیرت کے کھلنے اور باطنی پاکیزگی حاصل ہونے پر قرآن مجید کی تلاوت اور موت کی یاد دل سے زنگ کو صاف کرکے اجلا کر دیتا ہے، اس وقت قرآن مجید کی تلاوت اور موت کی یاد، دل کو فائدہ دیتی ہے پھر اسے طہارت بھی حاصل ہوتی ہے اور وہ منزلِ استقامت تک پہنچ جاتا ہے۔

استقامتِ لسانی

زبان کی استقامت بھی علم کے مطابق ہوتی ہے پس زبان کی استقامت ان تمام باتوں کو کرنے جو انسان کی اپنی ذات اور معاشرے کے لئے بامعنی، بامقصد اور مفید ہو، اور ان تمام باتوں کو کرنے سے خاموشی اختیار کرنے جو انسان کی اپنی ذات اور معاشرے کے لئے بے معنی اور نقصان دہ ہو، سے عبارت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام چیزیں نہ مانگے جو اس کو درد والم اور غم واندوہ میں مبتلا کر دے، اور یہ خوبی زیادت ومزید کے مقام پر مرید کا حال ہے کہ وہ ضرورت کے موقع پر ہی بولتا ہے یا وہ واقعہ ہی کی روشنی میں سوال کرتا ہے۔ یہ ایسے ہے کہ اس نے خاموشی کا ثمرہ (پھل) اور وجود کا انعام پالیا ہے۔ چنانچہ اس نے خاموشی اختیار کی ہے اور کلام ترک کر دیا ہے۔ اور دل پر الہام کے بیان نے زبان کی بولتی بند کر دی ہے۔ اسی وجہ سے حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

اَلصُّمْتُ حِكَمٌ وَقَلِيْلٌ فَاعِلُهٗ[9] خاموشی حکمت ہے اور اس پر عمل کرنے والا کم ہے۔

جب زبان کا بیان بند ہو جاتا ہے تو اس وقت عرفان واحسان کے مقام پر زبانِ دل کا بیان رواں ہو جاتا ہے

9. انظر الغزالی، احیاء علوم الدین ۳:۱۰۸ آخر سطر هامش ۲ هناك

سو جو کوئی اللہ کی خاطر اپنی زبان کو بند کر دیتا ہے تو:

اس کا دل اللہ کی طرف سے بولنے لگتا ہے۔ چنانچہ اس کا بیان دقیق (گہرا) اور اس کی معرفت مضبوط ہو جاتی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنۡ صَمَتَ نَجَا[10] جس کسی نے خاموشی اختیار کی اس نے نجات پائی۔

یعنی جو ناحق باتیں کرنے سے خاموشی اختیار کر لے تو اسے (گناہ کا) بوجھ نہیں اٹھانا پڑتا۔

درحقیقت وہ امرِ الٰہی اور اذنِ الٰہی کے بغیر بات ہی نہیں کرتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰی[11] اور وہ (اپنی) خواہش سے کلام نہیں کرتے۔

بلکہ وحی کی جاتی ہے اسے کہا جاتا ہے بَلِّغۡ (پہنچا دے) سو جب وہ بولتا ہے تو وحی الٰہی سے بولتا ہے۔ یہ اذن نبوت کی دلیل ہے۔

اور جہاں تک اذن ولایت کا تعلق ہے۔ بیشک وہ بھی بڑی فضیلت کی حامل ہے۔ واضح ترین دلائل سے ثابت ہے اور بلند ترین مقام و منزلت رکھتی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَ لِسَانِ کُلِّ قَائِلٍ[12] بیشک اللہ تمام گفتگو کرنے والوں کی زبان کے پاس ہوتا ہے۔

پس وہ بعض لوگوں کی زبانوں کو علم کے ذریعے حفاظت کرتا ہے سو ایسے لوگ لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں اور بعض لوگوں کی زبانوں کو عمل اور معاملہ کے ذریعے بچاتا ہے پس ان کے اپنے نفوس میں ان کی اپنی جانوں کے لئے مشغول رکھنے والا شغل ہوتا ہے، پس وہ خاموشی کے ذریعے زبان کی استقامت اختیار کر لیتے ہیں سو وہ اہل نجات میں شامل ہو جاتے ہیں۔ بعض لوگوں کی زبانوں پر معرفت، حکمت، عظمت و کبریائی اور ہیبت کے ذریعے قابو کر لیتا ہے۔ سو ان کی زبان استقامت اختیار کر لیتی ہے کہ اللہ کے اذان کے علاوہ بولتے ہی نہیں یہاں تک کہ وہ اپنے خواہش سے بولتا ہی نہیں بلکہ مولیٰ سے ہی بولتا ہے چنانچہ زبان اس کو چپ کرا دیتی ہے اور معرفت اس سے حکمت بلواتی ہے۔

---

10. المعجم المفہرس ۳:۴۱۶ تحت صمت۔
11. سورۃ النجم آیت ۳
12. انظر احیاء ۳:۱۱۰

پس زبان کی استقامت کا حصول احوال کے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہوا کرتا ہے۔ بعض زبان علم کے ذریعے استقامت اختیار کرتی ہے حتیٰ کہ وہ علم کے سوا کچھ نہیں بولتے۔ بعض زبان قلب کی استقامت کی وجہ سے استقامت اختیار کرتی ہے سو وہ قلب کے اذن سے ہی بولتی ہے۔ بعض زبان حسن معاملہ کے ذریعے استقامت اختیار کرتی ہے سو وہ اپنے حال سے ہی بولتا ہے ایسے کہ اس پر حال کے علاوہ کسی کا حکم اثر انداز نہیں ہوتا۔ وہ نفس، طمع ولالچ اور دشمن کی دشمنی کا غلام نہیں ہوتا اور بعض زبان معرفت کی وجہ سے استقامت اختیار کرتی ہے سو وہ اس معرفت ہی کی وجہ سے خاموش ہو جاتی ہے اور بعض کا قول ہے:

اَرْبَعٌ اَعْلَى النَّاسِ عَالِمٌ مُّسْتَعْمِلٌ بِعِلْمِهٖ وَعَارِفٌ يَّنْطِقُ عَنْ حَقِيْقَةِ فِعْلِهٖ وَرَجُلٌ قَائِمٌ اللهِ بِلَا سَبَبٍ وَّمُرِيْدٌ ذَاهِبٌ عَنِ الطَّمَعِ۔

چار قسم کے لوگ سب سے اونچے ہوتے ہیں (۱) عالم جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے۔ (۲) عارف جو اپنے کردار کے مطابق بولتا ہے (۳) مرد مومن جو اللہ کی رضا کے لئے بے لوث قیام کرتا ہے (۴) اور مرید جو طمع سے نکل جاتا ہے۔ پس جس کسی کی زبان کو استقامت نصیب ہوتی ہے:

اس کی زبان چپ ہو جاتی ہے اور وہ اللہ کی بارگاہ سے اللہ کی معرفت سے بولتی ہے۔

کیونکہ جس طرح معرفت عارف کے قلب کو معرفت سے آشنا کرتی ہے اسی طرح اس کے وجود کے ہر حصے کو بھی معرفت آشنا بنا دیتی ہے ایسے کہ اللہ کی معرفت عارف کے دل کو حیات ایمانی سے نوازتی ہے اور دل کی حیات پر ہی تمام جسد انسانی کی حیات کا مدار ہے اور ہر زندہ گویائی کے حسن سے بولتا ہے پس جس کسی پر معرفت اور حقیقت حکمرانی کرتی ہے تو اس کو طبعی آلائش سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ اسے دل میں وارد ہونے والے کے ورود کے وقت اس کا بولنا دل کی زبان سے ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ عادت کی بناء پر نہیں بولتا بلکہ فائدہ اور حکمت کی وجہ سے بولتا ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے:

اِذَا زَهَدَ اَحَدُ كُمْ فِيْ دُنْيَاهُ فَاقْتَرِبُوْا مِنْهُ فَاِنَّهٗ يَلِّغِ الْحِكْمَةَ[13]

جب کوئی دنیا سے بے رغبت ہو جائے تو اس کے قریب ہو جاؤ کیونکہ وہ حکمت ابلاغ کرتا ہے۔

13۔ قارن بالحدیث الذی انفرد بہ ابن ماجه۔ سنن ابن ماجه، تحقیق عبد الباقی، زهد، حدیث رقم ۴۱۰۱، والمعجم المفهرس ۴۹۱:۱ تحت حکم۔

اہل صفوہ کی استقامت

استقامت کے وقت اہل صفوہ کے دل اور زبان کے درمیان فرق ختم ہو جاتا ہے ایسے کہ ان کے لئے اللہ کی طرف سے قلب کی طرف امر، اذن اور فرشتۂ الہام کے ذریعے الہام ہو تا ہے۔ سو جب کبھی زبان حقیقت میں استقامت اختیار کرے تو وہ قلب سے بولتا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم ﷺ کے بارے ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۗ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى [14]

وہ اپنی خواہش سے کلام ہی نہیں کرتے ان کا کلام سراسر وحی ہوتا ہے جو انہیں کی جاتی ہے۔

پس جب زبان اور دل شریعت میں استقامت اختیار کرے تو وہ علم اور عمل سے بولتی ہے اور جب دل حقیقت میں استقامت اختیار کرے تو وہ حکمت اور معرفت سے بولتا ہے۔

جس طرح عالم کی زبان علم کی اذن سے بولتی ہے۔ اسی طرح ولی کی زبان اپنے قلب کی اذن سے اور اس کا قلب رب کے اذن سے بولتا ہے۔

سو جب کبھی دل تربیت اور سیر کے مراحل میں ہوتا ہے تو قلب پر غیب حکمرانی کرتا ہے اور قلب زبان پر حکمرانی کرتا ہے سو قلب کی اذن غیب سے ہوتی ہے اور زبان کی اذن، قلب سے ہوتی ہے۔

پس جب قلب استقامت اختیار کر لیتا ہے تو اذن رب سے ہوتی ہے تو اس پر غیب کا کوئی حکم نہیں ہوتا کیونکہ وہ غیب بن گیا ہے تو ایک لحظہ کے لئے بھی اس پر حکم نہیں ہوتا سو جب استقامت بڑھ جاتی ہے تو اس پر کوئی حکم نہیں ہوتا یعنی قلب کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس میں کیا ہے؟ تبھی اس پر تنہا حاکم مطلق کی نظر اور حکم ثابت ہوتا ہے وہ اپنے حال اور صفت سے الگ ہوتا ہے بلکہ اس وقت اس کا شعور اللہ کا ہوتا ہے سو وہ عندیتِ الٰہی میں غائب ہے۔ اللہ نے اس خوش نصیب بندے کو اپنے اسرار و رموز، اپنے نظر کرم، اپنی حکمت و معرفت اور ولایت کا خازن بنا دیا ہے اس کے دنیائے وجود پر اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں چلتا۔ چنانچہ اس کا اذن اللہ کی طرف سے ہے اور غیب اللہ کے حکم کا موجب ہے۔ پس کبھی شہادت کا اطلاق اور کبھی غیب کا اطلاق ہوتا ہے۔

14۔ سورۃ النجم آیت ۳۔۴

پس جب قلب استقامت اختیار کرتا ہے تو اس کی زبان بھی استقامت اختیار کر لیتی ہے اور کبھی قلب زبان کی گفتگو سن لیتا ہے اور کبھی زبان قلب کی گفتگو سن لیتی ہے۔ تیس سال ہو تا ہے کہ میری زبان میرے قلب کی گفتگو سنتی تھی اب تیس سال سے میرا قلب میری زبان کی گفتگو سنتی ہے۔ایک ضرب المثل میں کہا گیا ہے کہ: لِسَانُ الْعَاقِلِ فِيْ قَلْبِهٖ قَلْبُ الْاَحْمَقِ مِنْ وَّرَآءِ لِسَانِهٖ۔

عقلمند کی زبان اس کے قلب کی تابع ہوتی ہے لیکن احمق کا قلب اس کی زبان کے پیچھے ہوتا ہے۔

استقامتِ زبان کا مطلب زبان کا قلب کی متابعت کرنا ہے اور قلب کی استقامت کا معنی دل کا رب العالمین کی متابعت کرنا ہے رب کی وحی کی مدد کے حساب سے دل رب کی متابعت کرتا ہے پھر جیسا کہ موحی منہ (یعنی اللہ کی طرف سے) وحی والہام کو شرف سے نوازا گیا ہے اسی طرح موحی الیہ (یعنی بندہ) کو بھی اللہ کی کرامت و بزرگی کے شرف سے مشرف فرمایا ہے اور اسی بنا پر استقامت کو بھی شرف عطا فرمایا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

اِنَّ فِيْ جَسَدِ اِبْنِ اٰدَمَ لَمُضْغَةٌ اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ بِهَا سَائِرُ الْجَسَدِ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ بِهَا سَائِرُ الْجَسَدِ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ[15]

بیشک بنی آدم کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ ٹھیک ہو جائے تو سارا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے آگاہ رہو وہ گوشت کا ٹکڑا دل ہے۔

جس طرح صلاح (یعنی صحت و درستگی) کے اعتبار سے دل مختلف ہوتے ہیں اور فساد (خرابی) کے اعتبار سے بھی دل مختلف ہوتے ہیں اسی طرح غیوب پر آگہی کے اعتبار سے بھی دل مختلف ہوتے ہیں اور استقامت کے حساب سے دلوں کی طرف وحی (الہام) بھی مختلف ہوتی ہے۔



15۔ قارن بالمعجم المفہرس ٦:٢٣٥، تحت مضغ، وانظر صوم القلب، فصل ١٠، ص ٢٩ سطر ٤-٥

غیر مطبوعہ رسائل

حضرت میر سید علی ہمدانی

رسالہ عہد و بیعت

ترجمہ: غلام حسن حسنو

نوائے صوفیہ کے ہر شمارے میں شاہ ہمدان یا سلسلۃ الذہب کے کسی شیخ کا ایک غیر مطبوعہ رسالہ پیش کیا جارہا ہے۔ پچھلے شمارے میں حضرت نجم الدین کبریٰ رسالہ "رسالہ میزان العمل" نذر قارئین کی تھی۔ شمارہ ہذا میں اس تسلسل کے تحت رسالہ عہد و بیعت ہے۔

یہ میر سید علی ہمدانی کی عہد و بیعت کے نام سے فارسی زبان میں ایک رسالہ ہے۔ اس میں عہد و میثاق سے متعلق مختصراً لکھا گیا ہے۔

یہ عہد اور میثاق کے موضوع پر ایک مختصر سا رسالہ ہے اس میں قرآن کریم کی چند آیات سے استدلال کرتے ہوئے چند عہد و پیمان اور بیعت کا ذکر ہے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے الست کے موقع پر تمام مخلوق سے اپنی ربوبیت و حاکمیت کا عہد لیا تھا، اس کا ذکر ہے۔ پھر اسلامی تاریخ کے مشہور واقعات مختصراً درج ہیں مثلاً بعثت کے بعد سب سے پہلے خاندان بنی ہاشم کو دعوت دینے کا حکم آیا اسے مصنف نے عہد خلافت کے عنوان سے ذکر کیا ہے پھر ہجرت کے فوراً بعد اسلامی بھائی چارے عہدِ مواخات کا ذکر کیا ہے پھر بیعتِ رضوان کا واقعہ پیش کیا ہے۔ صنف قرآن پاک اور حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں ان کا سرسری ذکر کرتا چلا جاتا ہے۔ ان عہد و میثاق کے نہایت دوررس نتائج نکلے ہیں اور یہ اسلامی تاریخ کے عہد ساز اور درخشان پہلو ہیں۔

اس رسالے کا موضوع تو عہد و میثاق ہے لیکن اس کے ذریعے فضائل و مناقب علی علیہ السلام کا بیان ہے۔ رسالے کے آخر میں اسی سلسلے میں بیعت اور بیعت کرنے والے مریدین کے اوصاف کا ذکر ہے۔

اس کے درج ذیل قلمی نسخوں کا ہمیں علم ہے۔

۱۔ اس کا ایک مکمل قلمی نسخہ گنج بخش اسلام آباد میں زیر نمبر ۴۴۰۹ موجود ہے جو ۷۹۵ھ اور ۸۵۵ھ کے درمیان لکھا گیا ہے یہ نسخے کا ۸۱۰ اور ۹۱۱ دو صفحات پر مشتمل ہے۔

اس کے بعد شاہ ہمدان کا رسالہ میر کا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خدائے جل جلالہٗ کے لئے حمد وثنا کہ جس نے مؤمنین کو وفادارئ عہد کی توفیق بخشی اور حبیب اللہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام ہو جن کے عہد کے وفاداری بھی وفادارئ عہدِ محبوبِ حقیقی ہے اور آپ کی آل پر، اصحاب پر اور اہلِ بیت پر جو خطابِ عہد اًمیں وصولِ حق مضمر ہے۔

بیعت اور عہد کی قسمیں

امابعد! جان لے کہ بیعت کی چار قسمیں ہیں۔

ا۔عہدِ اَلست

ا۔اول۔ خطابِ روز الست بندگان کے ساتھ عہد الٰہی ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَسۡتُ بِرَبِّكُمۡ ؕ قَالُوۡا بَلٰى [1] کیا میں تمہارا رب نہیں انہوں نے کہا ہے کیوں نہیں۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَوۡفُوۡا بِعَهۡدِىۡۤ اُوۡفِ بِعَهۡدِكُمۡ [2] تم میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا۔

۲۔نبی یا امت کا ایک دوسرے سے عہد

امت کا نبی کے ساتھ عہد ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيۡنَ يُبَايِعُوۡنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوۡنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوۡقَ اَيۡدِيۡهِمۡ ۚ فَمَنۡ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنۡكُثُ عَلٰى نَفۡسِهٖ ۚ وَمَنۡ اَوۡفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيۡهُ اللّٰهَ فَسَيُؤۡتِيۡهِ اَجۡرًا عَظِيۡمًا ۝ [3]

بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ پھر

1. سورۃ اعراف آیات 172
2. سورۃ البقرہ آیات 40
3. سورۃ الفتح آیات 10

جس شخص نے بیعت کو توڑا تو اس کا وبال اس کی جان پر ہو گا اور جس نے اس کو پورا کیا کہ اللہ سے عہد کیا تھا تو وہ عنقریب بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری فرماتے ہیں کہ ہم نے حدیبیہ میں ایک درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ ہاتھ پر اس بات پر بیعت کی کہ ہم مر جائیں گے لیکن بھاگیں گے نہیں چنانچہ ہم میں سے کسی نے بھی سوائے جد بن قیس کے بیعت کو نہیں توڑا۔ جد منافق تھا وہ اپنے اونٹ کے پیروں میں چھپا رہا اور ہمارے ساتھ نہیں نکلا۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب بیعت حدیبیہ ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے حق میں آیتِ رضوان بھیج دی اور ان کی ثناء کہہ کر تحسین کی:

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ۝[4]

بیشک اللہ مومنین سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، سو جو جذبہ ان کے دلوں میں تھا اللہ نے معلوم کر لیا تو ان پر خاص تسکین نازل فرمائی اور انہیں ایک بہت ہی قریب فتح کا انعام عطا کیا۔

حضرت سلمہ بن اکوع فرماتے ہیں کہ ہم قیلولہ کر رہے تھے کہ منادی رسول ﷺ نے:

اَلْبَیْعَةُ اَلْبَیْعَةُ نَزَلَ رُوْحُ الْقُدُسِ۔ لوگو! بیعت! بیعت! روح القدوس اتر آیا ہے۔

کہہ کر ندا بلند کی۔ یہ سن کر ہم اٹھ کر رسول اللہ ﷺ وسلم کے پاس جمع ہوئے اور ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر بیعت کی۔

حضرت ابن عباسؓ یہ بھی فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن لشکر اسلام ۱۵ سو مردوں پر مشتمل تھا۔

عبد اللہ بن مغفلؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا اس وقت اس درخت کی ایک شاخ ہاتھ میں لے کر لوگوں کو رسول اللہ کے پاس ہجوم کرنے سے روک رہا تھا تا کہ رسول اللہ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے جو بیعت کر رہے تھے۔ اس دن لشکر اسلام ۱۴ سو مردوں پر مشتمل تھا عطا خراسانی اور قتادہ بھی کہتے ہیں کہ وہاں ۱۴ سو مرد حاضر تھے۔ حضرت عثمان بوجہِ مکہ بھیج دینے کے وہاں سے غایب تھا پس رسول اللہ نے فرمایا کہ عثمان

4۔ سورۃ الفتح آیات 18

خدائے تعالیٰ، رسولِ خدا اور مؤمنین کی حاجت میں مشغول ہیں۔ آپ نے اپنے ایک دست مبارک کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا یہ عثمان کی بیعت ہے:

وَيَدُ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ اَيْدِيْكُمْ اللہ کا ہاتھ تمہارے ہاتھ سے بہتر ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب دوسرے سال حدیبیہ آئے تو وہ درخت اپنی جگہ نہیں تھا انہیں معلوم نہیں ہوا کہ کہاں گیا ہے؟

اس کو بیعت رضوان کا نام اس آیت کے سبب دیا جو مذکور ہوا جیسا کہ تفسیروں میں ہے۔

۳۔ بیعت رضوان کی روداد

ایک اور روایت ہے کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اٹھایا اور فرمایا کہ:

هٰذِهٖ يَدُ اللّٰهِ یہ اللہ کا ہاتھ ہے۔

پھر بایاں ہاتھ اٹھایا اور فرمایا کہ:

هٰذِهٖ يَدُ عُثْمَانَ یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔

پھر:

هٰذِهٖ بَيْعَتُ عُثْمَانَ یہ عثمان کی بیعت ہے۔

حضرت عثمان سے بیعت لی۔

۴۔ عہد مواخات

چہارم مؤمنین اور فرشتوں کے درمیان عہد اخوت ہے چنانچہ نقل ہے کہ جبریل نے حضرت مصطفی ﷺ پر نازل ہو کر کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

اِنِّيْ اَحْبَبْتُ بَيْنَ مَلٰئِكَتِيْ فَاٰخِ اَنْتَ بَيْنَ اَصْحَابِكَ ۔ میں فرشتوں میں اخوت کا قیام چاہتا ہوں پس تم بھی اصحاب کے مابین اخوت قائم کر۔

یہ حدیث کے الفاظ یا کلام کے معنی ہیں۔ پس ہر دو فرشتوں کے درمیان عہد مواخات قائم کیا ادھر حضرت مصطفی ﷺ نے بھی اللہ کے حکم سے ہر دو صحابی کے درمیان عہد مواخات باندھا آخر میں حضرت امیر المؤمنین علی کرم

اللہ وجہہ بغیر مواخات کے رہ گیا۔ حضرت مصطفیٰ ﷺ نے امیر المؤمنین کے ساتھ عہد مواخات قائم کیا۔

اخوت اسلامی کی اہمیت

مسلمانوں کے درمیان (عہد مواخات) بھائی چارہ سنت ہے کہ حضرت مصطفیٰ ﷺ نے بکثرت اسی جانب اشارہ فرمایا ہے:

اَکْثِرُوْا اَخْوَانُکُمْ فَاِنَّ لِکُلِّ اَخٍ شَفَاعَۃٌ یَّوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ تم بکثرت دوست بناؤ بیشک قیامت کے دن ہر بھائی کے لئے شفاعت ہو گی۔

چاہیے کہ:

مؤمن جس سے یہ عہد کرے اس کو وفا کرے خواہ مؤمن ہو یا کافر۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ [5] اے ایمان والو! عقد یعنی عہد کی پاسداری کرو۔

بیعت یا عہد کی تفصیلات

اب ان کی تفصیلات جان لے۔ حضرت مصطفیٰ ﷺ نے اپنے اصحاب سے چار قسم کی بیعت لی تھی۔

(۱) اول بیعتِ اسلام۔

(۲) دوم بیعتِ رضوان۔ (ان دونوں کا ذکر پہلے گزر چکا ہے)

(۳) سوم بیعتِ خلافت۔ اس بیعت کی صورت یوں تھی کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ:

وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ [6]۔ اپنے قریبی رشتہ داروں (عزیزوں) کو خوف خدا دلاؤ۔

تو آپ ﷺ نے اپنے قبیلے جو بنی ہاشم تھا، کو جمع کیا چنانچہ ۳۰ آدمی حاضر ہوئے۔ ایک دوسری روایت میں دس سے بھی کم حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان میں سے ایک ایک پر یہ عہد پیش کیا کہ تم میں سے کون ہے جو میرے قرض اور وعدوں کو قبول کرے وہ میرے بعد میرا خلیفہ ہو گا؟ لیکن ان میں سے کسی نے بھی بجز امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے آپ کی ضمانت قبول نہیں کی۔ رسول اللہ ﷺ بار بار کہتے کہ:

5۔ سورۃ المائدہ 1

6۔ سورۃ الشعراء 214

مَنْ يَّضْمِنُ مِنْكُمْ دَيْنِيْ وَمَوَاعِيْدِيْ وَيَكُوْنُ خَلِيْفَتِيْ فِيْ اَهْلِيْ مِنْ بَعْدِيْ۔ کہ تم میں سے کون ہے جو میرا قرض ادا کرے اور وعدوں کو پورا کرے وہ میرے بعد میرے اہل میں خلیفہ ہو گا۔

اور علی جواب دیتے یارسول اللہ! میں دیتاہوں آخر میں آپ نے انہیں ہاتھ مارا کہ بیٹھ جاؤ۔

۴۔ تلقین ذکر کے ذریعے عہد

اور دیگر تعلیم ذکر تھاجیسا کہ روایت میں ہے کہ حضرت مصطفیٰ ﷺ اپنے خواص صحابہ میں سے کسی کے گھر میں تھا فرمایا کیاگھر کے باہر کوئی ہے؟ جواب دیاہاں ہے یارسول اللہ! تو آپ نے کھڑے ہو کر فرمایاوہ بھی اندر آجائیں اس طرح تین بار آپ کھڑے ہوگئے اور بیٹھ گئے یہاں تک کہ گھر اتنا فراخ ہو گیا کہ تمام خاص اصحاب اس میں آ گئے۔ حضرت مصطفیٰ ﷺ نے تین بار بلند آواز سے لا الہ الا اللہ فرمایا اور حکم دیا کہ تم بھی کہو جب انہوں نے پڑھاتو فرمایا کہ خوشخبری ہو کہ حق تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا پھر آپ نے دوام ذکر کی ترغیب یوں دی:

وَاَدْوَمُوْا الذِّكْرَ فَاِنَّهٗ مِفْتَاحُ الْخَيْرَاتِ۔ ہمیشہ ذکر کرتے ہو کیونکہ یہ خیرات کی کنجی ہے۔

جان لے کہ (یہ بھی) مشہور اور مسلسل نقل ہے کہ حضرت مصطفیٰ ﷺ کے ۴۰۰ اصحاب صفہ تھے ایک اور روایت میں ۳۵۰ تھے جنہیں آپ نے ذکر اور خلوت کی تربیت دی تھی۔

اصحاب صفہ بالخصوص علی کی تعلیم وتربیت

اور (یہ بھی) مشہور اور مسلسل نقل ہے کہ بعض خاص اصحاب تھے جو ہر وقت ملازمِ صحبت رہتے تھے اور جنہیں صحبت کی تربیت دی تھی وصال رسول ﷺ کے بعد اور صحابہ کی وفات کے بعد ہر ایک اپنے اپنے حوصلے اور ظرف کے مطابق اپنے ساتھیوں کی تربیت کرتے رہے ہیں لیکن حقیقت میں خلیفۂ رسول امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ تھے چنانچہ جس کسی کا نسبت فقر اور خرقۂ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے مسلسل ہو اس کی نسبت درست اور صحیح ہے وگرنہ وہ نسبت اور سلسلہ واقع ہونے کے باوجود معتبر نہیں ہے۔

نسبت علوی کی درستگی اور دلائل

اس نسبت کی درستی پر بہت سے دلائل ہیں۔

دلیل اول حدیث نبوی

ان میں سے من جملہ یہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ علی کرم اللہ وجہہ سے فرماتے ہیں:

یَا عَلِیُّ اَنْتَ اِمَامُ کُلِّ مُؤمِنٍ وَ مُؤمِنَۃٍ بَعْدِیْ۔اے علی تم میرے بعد تمام مؤمن ومؤمنہ کا امام ہے۔

ایک اور روایت میں:

یَا عَلِیُّ اَنْتَ وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَۃٍ بَعْدِیْ۔اے علی تم میرے بعد تمام مؤمن ومؤمنہ کا ولی ہے۔

دلیل دوم سورہ برات کی تبلیغ

ایک اور روایت میں علی کرم اللہ وجہہ سے ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب سورۃ التوبہ کی دس آیتیں نازل ہوئیں جس میں نبی ﷺ کو مشرکین سے برات کیا گیا تھا تو نبی ﷺ نے ابو بکر کو بلا کر اسے دے کر بھیجا تاکہ وہ حج کے موسم میں اہل مکہ کو پڑھ کر سنائیں پھر نبی ﷺ نے مجھے بلا کر فرمایا کہ ابو بکر سے ملیں اور ان سے کتاب لے لیں اور اہل مکہ کے پاس جاکر انہیں پڑھ کر سنائیں پس میں جحفہ میں ابو بکر سے ملا اور ان سے کتاب لے لیا۔ ابو بکر نبی ﷺ کے پاس واپس آیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا میرے بارے میں کچھ نازل ہوا ہے؟ فرمایا نہیں لیکن میرے پاس جبریل آیا تھا پس کہا کہ:

لَنْ یُّؤَدِّیَ عَنْكَ اِلَّا اَنْتَ اَوْ رَجُلٌ مِّنْكَ۔ آپ سے آپ خود یا ایسا آدمی جو آپ سے ہو کے سوا، کوئی نہیں پہنچا سکتا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک اور طریق سے یوں روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مجھے سورۂ برات دے کر بھیجا تو میں نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! میں عمر رسیدہ ہوں نہ خطیب؟ فرمایا میرے لئے ضروری ہے کہ میں خود اسے لے جاؤں یا تم لے جاؤ۔ کہا اگر ایسا ہے تو میں عنقریب لے کر جاؤں گا آپ نے فرمایا پس روانہ ہو جا بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری زبان کو مضبوط کرے گا اور دل کو ہدایت دے گا۔ علی کہتے ہیں پھر آپ نے اپنا ہاتھ میرے منہ پر رکھا۔

ابن جوزی نے ان دونوں طرق روایت کو اپنی مسند میں نقل کیا ہے۔

دلیل سوم

تفسیر الانسان میں ہے کہ سورۃ التوبہ ہجرت کے نو سال بعد نازل ہوا نبی ﷺ نے علی کرم اللہ وجہہ کو ابتدائی ۱۰ آیات دے کر ایام حج کے دوران پڑھ کر سنانے کے لئے روانہ کیا جبکہ ابو بکر کو امیر حج بنا کر بھیج چکا تھا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا یَبْلُغُ عَنِّیْ اِلَّا رَجُلٌ مِّنِّیْ میری جانب سے صرف میرا آدمی ہی پہنچادے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

اَنْفُسَنَا الایۃ یہاں انفس سے باتفاق مفسرین مراد نفس النبی ﷺ اور نفس علی کرم اللہ وجہہ ہے۔

دلیل چہارم

مروی ہے کہ بعض آیات جو نبی ﷺ پر رات کو نازل ہوئیں جبکہ لوگ سوئے ہوتے یا دروازے بند کر رکھے ہوتے تھے تو نبی ﷺ علی وفاطمہ رضی اللہ عنہما کے گھر تشریف لاتے ان کے درمیان پاؤں داخل کرتے یہ دیکھ کر علی اٹھنا چاہتے تو نبی ﷺ فرماتے کہ مت اٹھو بلکہ سن لو اور نبی ﷺ ہمیشہ ایسا کرتے تھے کیونکہ آپ نزول وحی کے بعد فوری طور پر تبلیغ (پہنچانے) پر مامور تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ[7]

اے نبی! جو تم پر نازل کیا ہے اسے پہنچاؤ اگر ایسا نہیں کیا تو گویا تم نے تبلیغ رسالت نہیں کی۔

مرشد و مرید کے لائق

جان لے پیر و مرشد کے لائق نہیں مگر ایسا مرد جو:

☆ عالم شریعت ہو تا کہ مرید کو جو مشکل مسئلہ پیش آئے علم شریعت کے مطابق اس مشکل کو حل کرے۔

☆ واقفِ طریقت ہو تا کہ مرید کوئی واقعہ دیکھ لے اس واقعہ کے اسرار سے مرید کی تنبیہہ کرے۔

☆ عارف حقیقت ہو تا کہ مرید کو اسرار حقیقت میں سے کوئی سرّ پیش آئے تو اپنی معرفت سے اس بھید کو بیان کرے۔

مرید اور مریدی کے لائق وہ ہوتا ہے جو:

7۔ سورۃ المائدہ 67

☆ عقلمند ہو۔

☆ سچا اور صادق ہو

☆ اور محنتی طالب ہو تاکہ عبادات کے عجائبات اور اشارات کے غرائب پیر و مرشد سے سمجھ سکے۔

☆ مرشد کے افعال واقوال پر اعتراض نہ کرے۔

☆ اور مرشد کے حکم بجالانے میں سستی وکاہلی کو روانہ رکھے بلکہ مرید کو مرشد کے سامنے اس مردے کی مانند ہونا چاہیے جو غسل دینے والے کے سامنے مردے کی ہوتی ہے۔

جان لے کہ اولیاؑ اس حد تک بہت زیادہ ہوتے ہیں کہ شمار سے باہر ہیں۔



محمد منشا خان شاہِ بسطام تحقیقاتی
ادارہ برائے تصوف میانوالی

احوالِ صوفیاء

سلطان العارفین شیخ بایزید بسطامیؒ

نسبی و خاندانی پس منظر:

آپ کا نام طیفور تھا اور نسب: ''طیفور بن عیسیٰ''۔ آپ کی کنیت ابویزید ہے جسے بایزید بھی کہا جاتا ہے اور آپ اسی کنیت (بایزید) سے زیادہ مشہور ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد کا تعلق ایران کے قصبہ بسطام سے تھا۔ آپ کے دادا پہلے آتش پرست تھے اور بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ آپ کے والد کا نام شیخ عیسیٰ ہے جو نہایت نیک اور نفیس بزرگ تھے جن کی وفات آپ کی ولادت کے چند ماہ بعد ہو گئے تھے۔(۱)

آپ تین بھائی تھے آدم، طیفور اور علی ۔ تینوں عابد و زاہد تھے ۔ اُن میں بایزید سب سے زیادہ جلیل القدر تھے۔(۲)

ولادتِ باسعادت:

آپ نے ۱۸۸ھ میں بسطام کے محلہ موبدان میں ایک زاہد اور متقی خاندان کے گھرانے میں ولادت پائی۔ بسطام ملک ایران کے صوبہ سمنان کے ضلع قلعہ نو، تحصیل شہرود کا ایک گاؤں ہے۔ علامہ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ آپ کی تاریخِ ولادت میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے ۱۳۶ھ تحریر کیا ہے جبکہ مستند کتب میں ۱۸۸ھ تحریر ہے اور سالِ وفات کو سامنے رکھتے ہوئے یہی سنِ ولادت (۱۸۸ھ) زیادہ درست و مستند ثابت ہوتا ہے۔(۳)

ابتدائی تعلیم:

آپ کی ابتدائی تربیت آپ کی والدہ ماجدہ نے فرمائی اور بسطام کی مسجد میں آپ کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ آپ نے اپنے استاد کے پاس قرآن پڑھنا شروع کیا۔ جب سورۂ لقمان کی اس آیت پر پہنچے:

اَنِ اشْکُرْلِیْ وَلِوَالِدَیْكَ (سورہ لقمان:۱۴) یعنی ''میرا شکر ادا کرو اور اپنے ماں باپ کا''(۴) تو استاد گرامی سے اجازت لے کر گھر آئے اور والدہ ماجدہ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''شکر کر میرا اور اپنے والدین

کا"۔ فرمایا مجھ سے دو ہستیوں کا شکر ادا نہیں ہوتا۔ لہٰذا آپ مجھے خدا تعالیٰ سے طلب کرلیں تاکہ آپ ہی کا شکر ادا کروں یا پھر خدا تعالیٰ کے سپرد کردیں کہ اس کے شکر میں مشغول ہو جاؤں والدہ نے فرمایا کہ میں اپنے حقوق سے دست بردار ہو کر تجھے خدا کے سپرد کرتی ہوں چنانچہ اس کے بعد آپ شام کی جانب نکل گئے اور تین سال شام کے میدانوں اور جنگلوں میں زندگی گزاری۔(۵)

شادی:

آپ نے ایک مدت تک شادی نہ کی تھی۔ آپ نے خواب دیکھا کہ ایک بہت ہی رفیع الشان اور نورانی عمارت ہے اور اولیاء اللہ اس میں آتے جاتے ہیں، مگر جب وہ اندر جانے کا ارادہ کرتے ہیں تو دروازے بند پاتے ہیں۔ پھر معلوم ہوا کہ یہ دروازہ بارگاہِ نبی اکرم مبارک ﷺ کا ہے۔ انہوں نے خیال کیا اللہ نے مجھے بہت انعامات سے نوازا ہے مگر آج مجھے اس دربار میں جانے کی اجازت نہیں ملتی۔ اسی وقت رسول اللہ مبارک ﷺ نے عمارت کے ایک حصے سے سر مبارک نکال کر فرمایا" یہاں تو صرف اس کی باریابی ہو سکتی ہے جو میری سنت کو ادا کرے" آنکھ کھلی تو حضرت بایزید بسطامی آب دیدہ تھے اور فرمایا کہ حکمِ نبوی سے چارہ نہیں اور ضعیف العمری میں شادی کرلی۔(٦)

روحانی تعلیم وتربیت:

آپ کی ولادت حضرت امام جعفر صادق کی وصال کے بعد ہوئی، لہٰذا آپ نے اُن سے اویسی طریقہ سے نسبتِ صدیقی کا فیض حاصل فرمایا۔ اس سلسلے میں شیخ فرید الدین عطار فرماتے ہیں کہ آپ نے روحانی تربیت کے لیے ریاضت کے ساتھ ساتھ بھوک و بیداری کو اختیار کیا اور ایک سو تیرہ(۱۱۳) شیوخ واساتذہ کی صحبت پائی اور اُن میں سے ایک امام جعفر صادق ہیں۔(۷)

ازل سے صوفیہ کرام نے صحبتِ شیوخ کو بے حد اہمیت دی ہے۔ اُن کے نزدیک صحبت، تربیت کے لیے بہترین ذریعہ ہے اور اسی سے قُربِ الٰہی ممکن ہے۔ صوفیہ حقیقی مقاصد کے حصول کے لیے نہ صرف دور دراز علاقوں کے اسفار کرتے ہیں بلکہ اپنا قیمتی وقت صوفیہ کی صحبت میں صَرف کرتے ہیں تاکہ مقاماتِ تصوف کامیابی کے ساتھ طے ہو سکیں۔ اسی لیے ایک حدیث نبوی میں فرماتے ہیں کہ:"مَنۡ لَا شَیۡخَ لَہٗ فَشَیۡخُہُ الشَّیۡطَانُ

جس کا کوئی استاد نہ ہو، اس کا استاد شیطان ہوتا ہے۔(۸۔۹) صحبتِ شیخ میں علمِ تصوف سیکھنے اوراس پر عمل کرنے سے نہ صرف علم و معرفت میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ قلب کدورات سے پاک ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں فیضانِ ربانی میسر آتا ہے اور علومِ و معرفت کے دروازے کھُل جاتے ہیں۔ امام شعرانیؒ لکھتے ہیں کہ ایک روز حضرت بایزید سے ان کے شہر کے ایک عالم نے پوچھا اسے بایزید !تمہارے اس علم کا آخر مآخذ کیا ہے ؟ سکھانے والا کون ہے ؟اور کہاں سے یہ علم آیا ہے ؟حضرت بایزیدؒ نے جواب میں فرمایا۔"خدا کی بخشش و عطا اس کا ماخذ ہے، سکھانے والا خدا ہے اور وہیں سے یہ آیا ہے جہاں کی نسبت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ عَمَلَ بِمَا یَعْلَمُ وَرَثَهُ اللّٰهُ الاَعِلْمَ مَالَمْ یَعْلَمُ۔

جس شخص نے اس علم پر عمل کیا جس کو وہ جانتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ ایسے علم کا وارث بنادے گا جو اس کو معلوم نہیں ہے۔

یہ سن کر وہ عالم جو پہلے اعتراض کر رہا تھا، خاموش ہو گیا۔(۱۰)

والدین اور شیخ کا ادب و احترام:

ہر انسان کی اول درس گاہ والدین کی گود ہوتی ہے۔ جو انسان بھی والدین کی خدمت میں زندگی وقف کرتا ہے اور اپنے انجامِ خیر کو ضرور پہنچتا ہے۔ صوفیہ کرام اپنے والدین کی خدمت و ادب کا خصوصی پاس رکھتے ہیں تاکہ یہ مزید قربتِ الٰہی کا ذریعہ بنے۔ شیخ بایزید بھی اُنہی کامل صوفیہ میں شامل ہیں جن کی زندگی والدہ کی خدمت میں اس قدر صَرف ہوئی کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ ایک مرتبہ آپ کی والدہ نے آپ سے فرمایا کہ آدھا دروازہ بند کر دو (آپ فرماتے ہیں کہ) میں صبح تک ہی سوچتا رہا کہ کون سا آدھا بند کروں، دائیں طرف کا یا بائیں طرف کا تاکہ (میرا عمل) والدہ صاحبہ کے حکم کے خلاف نہ ہو۔ صبح کے وقت مجھے وہ سب کچھ مل گیا جس کو میں ڈھونڈھتا تھا۔

اسی طرح ایک اور موقع پر ایک رات آپ کی والدہ ماجدہ نے پانی طلب کیا۔ آپ پانی لینے گئے کوزہ میں پانی نہ تھا، گھڑے میں دیکھا تو وہ بھی خالی تھا۔ چنانچہ پانی کے لیے ندی پر گئے اور جب واپس آئے تو والدہ صاحبہ سوچکی تھیں۔ شدید سردی کا موسم تھا۔ آپ پانی کا کوزہ ہاتھ میں اُٹھائے کھڑے رہے۔ جب والدہ ماجدہ کی آنکھ

کھلی تو پانی پیا اور آپ کو دعاؤں سے نوازا اور فرمایا کہ کوزہ نیچے کیوں نہ رکھ دیا؟ عرض کیا کہ میں ڈر تا رہا کہ آپ بیدار ہو کر پانی طلب فرمائیں اور میں شاید اس وقت حاضر نہ ہوں (اور بے ادبی نہ ہو جائے)۔(۱۱)

حضرت بایزید بسطامی نے اپنے روحانی شیخ امام جعفر صادق کے ادب کا لحاظ رکھتے ہوئے وصیت فرمائی کہ میری قبر تیس فٹ گہری کھودنا تاکہ وہ میرے مرشد کی قبر سے اونچی نہ رہے۔(اسی ادب کا لحاظ رکھتے ہوئے حضرت ابوالحسن خرقانی نے بھی ایسی ہی وصیت فرمائی تھی کہ ان کی قبر اُن کے شیخ حضرت بایزید بسطامی کی قبر سے اونچی نہ ہو)(۱۲)

ریاضات ومجاہدات:

اس میں کچھ شک نہیں کہ صوفیہ کرام کی ریاضت عام نہیں ہوتی اور ان کا مجاہدہ اتنا سخت ہوتا ہے کہ ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ

عَمَلْتُ فِی الْمُجَاهَدَةِ ثَلٰثِیْنَ سَنَةً فَمَا وَجَدْتُ شَیْئًا اَشَدُّ عَلَیَّ مِنَ الْعِلْمِ وَ مُتَابِعَتِهٖ میں نے تیس سال مجاہدہ کیا لیکن میں نے اپنے اوپر علم اور اس کی متابعت یعنی عمل سے بڑھ کر کوئی چیز سخت اور دشوار نہیں دیکھی۔(۱۳)

ایک مرتبہ لوگوں نے آپ کے مجاہدوں کے بارے دریافت کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا" اگر بہت بڑا بیان کروں تو تم اس کی طاقت نہیں رکھتے، لیکن سب سے چھوٹا بتاتا ہوں۔ وہ یہ کہ: ایک روز میں نے اپنے نفس کو ایک کام کہا اور اس نے سرکشی کی۔ میں نے ایک سال اس کو پیاسا رکھا اور کہا: تو طاعت گزار بن یا (پیاسا) مر جا۔(۱۴)

مولانا رومؒ نے اس واقعہ کو اپنی مثنوی میں اس واقعہ کی حقیقت افشا فرمائی ہے۔ اشعار ملاحظہ کیجئے:

بایزید از بہر این کرد احتراز — دید در خود کاهلی اندر نماز

از سبب اندیشہ کرد آن ذولباب — دید علت خوردن بسیار ز آب

گفت تا سالی نخواهم خورد آب — آنچنان کرد و خدایش داد تاب(۱۵)

☆یعنی: حضرت بایزیدؒ نے جب اپنے اندر نماز سے کاہلی کو محسوس کیا غور کی تو پتہ چلا کہ اس کا سبب زیادہ پانی پینا ہے۔لہذا انہوں نے کہا کہ سال برابر پانی نہیں پیوں گا چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور خدا نے انہیں برداشت کرنے کی طاقت عطاء فرمائی۔

آج کل کے دور میں کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ راہ بہت آسان ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ تصوف کا راستہ مشکل ترین گھاٹی اس لیے ہے کہ خواہشات کو ترک کر کے شریعت و طریقت پر عمل پیرا ہونا پڑتا ہے ورنہ منزلِ مقصود پر پہنچنا ممکن نہیں۔ اور پھر صوفیہ کرام جیسے سخت مجاہدات کرنا نفس پر بہت گراں گزرتا ہے۔ جیسے امام قشیری لکھتے ہیں کہ میں نے استاد ابو علی دقّاق کو فرماتے سُنا کہ: ”جس شخص نے اپنے ظاہر کو مجاہدہ کے ساتھ مزین کر لیا، اللہ تعالیٰ اس کے باطن کو مشاہدہ کے ساتھ مزین کر دیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:٦٩)

جنہوں نے ہمارے راستے میں کوشش کی، ہم ضرور ان کو اپنا راستہ دکھائیں گے۔

یاد رکھیں کہ جو شخص ابتداء میں مجاہدہ نہیں کرتا، وہ اس طریقے میں سے شمہ بھر بھی حاصل نہیں کر سکتا۔(١٦)

مجاہدہ کی اہمیت جاننے کے لیے شیخ ابو عثمان مغربی کا قول کافی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے خیال کیا کہ مجاہدے کے بغیر ہی طریقت کے کچھ اسرار اس پر کھُل جائیں گے، یا کچھ امور اس پر واضح ہو جائیں گے تو وہ سراسر غلطی پر ہے۔(١٧)

شیخ بایزید بسطامی خود اپنے مجاہدے کے بارے فرماتے ہیں کہ

”میں بارہ سال تک اپنے نفس کا لوہار رہا اور پانچ سال تک اپنے دل کا آئینہ رہا اور ایک سال میں ان دونوں کے درمیان دیکھتا رہا۔ دیکھا کہ میری کمر پر تو ظاہری زُنّار ہے، اس پر میں نے بارہ سال اس زُنّار کو کاٹنے میں لگائے۔ میں نے پھر دیکھا تو میرے باطن میں زُنّار تھا، جس کے کاٹنے کے لیے میں پانچ سال عمل کرتا رہا۔ میں دیکھتا کہ اسے کیسے کاٹوں، بالآخر مشاہدہ واضح ہو گیا۔ میں نے مخلوق کی طرف دیکھا تو انہیں مردہ پایا، لہٰذا میں نے مخلوق پر (جنازہ کی) چار تکبیریں کہیں، (یعنی مخلوق کو خیر باد کہا)۔(١٨)

آپ (ابویزید بسطامی) سے مروی ہے کہ: ”میں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو میں نے عرض کیا: یا اللہ! میں تجھے کیسے پاؤں؟ فرمایا: ”اپنے نفس سے جدا ہو کر چلے آؤ“۔(١٩)

حالت قبض و بسط:

حضرت شیخ عیسیٰ بسطامی کہتے ہیں کہ میں تیرہ سال تک حضرت بایزید بسطامی کی صحبت میں رہا، لیکن میں

نے آپ سے کوئی بات نہیں سنی اور آپ کی عادت تھی کہ سر گھٹنوں پر رکھ بیٹھتے اور جب سر بلند فرماتے تو آہ بھرتے اور پھر سر گھٹنوں کے درمیان رکھ لیتے تھے۔ شیخ سہلکی کہتے ہیں کہ حضرت بایزید بسطامی کی یہ حالت قبض میں ہوتی تھی، لیکن بسط کی حالت میں آپ سے بہت زیادہ فوائد حاصل ہوتے تھے۔(۲۰)

تقویٰ و توکل:

جن لوگوں کا شمار خدائے تعالیٰ کے برگزیدہ اور محبوب بندوں میں ہوتا ہے۔ وہ حتیٰ الامکان کوشش کرتے ہیں کہ اُن کی طرف سے کسی بھی مخلوق کو عذر نہ پہنچے۔ آپ حقوق العباد کا جس قدر خیال ملحوظ رکھتے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ خدائے تعالیٰ کے مقرب بندے ہمیشہ خدمتِ خلق کو ترجیح دیتے ہیں پھر یہی خدمتِ خلق انسان کو عام انسانوں سے ممتاز کرتی ہے۔ آپ کے تقویٰ اور خدمتِ خلق کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے، امام قشیری لکھتے ہیں کہ

"ایک دن ابویزید بسطامی جامع مسجد میں گئے اور اپنی لاٹھی زمین میں گاڑ دی۔ یہ لاٹھی ایک بوڑھے کی لاٹھی پر، جو گڑی ہوئی تھی گر پڑی اور اس کو بھی گرا دیا۔ آپ نے اس بوڑھے کے گھر جا کر معافی چاہی اور کہا: آپ کے جھکنے کا سبب یہ ہوا کہ میں نے لاٹھی اچھی طرح نہیں گاڑی تھی، اس لیے گر پڑی اور آپ کو اٹھانے کے لئے جھکنا پڑا۔(۲۱)

حضرت بایزید بسطامیؒ کے کسی شاگرد نے بتایا کہ آپؒ نے مجھے فرمایا تھا جب کوئی انسان تمہارے ساتھ چلے اور تمہاری زندگی میں تنگی آجائے تو اس کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ، اس سے تمہاری زندگی بہتر ہوگی، جب وہ تم پر کوئی انعام کرے تو ابتداء ہی میں اللہ کا شکر (ادا) کرو کیونکہ وہی ہے جس نے (مخلوق کے) دلوں کو تیری طرف پھیرا ہے اور جب تمہاری آزمائش ہو تو جلد اُس سے نکلنے کی کوشش کرو کیونکہ ساری مخلوق میں سے اگر کوئی (مشکل) دُور کر سکتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ ہے۔(۲۲)

آپ جس قدر عظیم مرتبہ پر فائز تھے اُسی طرح آپ کی عجز و انکساری کا عالم بھی عظیم تھا۔ حضرت خواجہ سلیمان تونسویؒ نے شیخ بایزید بسطامی کی عاجزی و انکساری کی ایک حکایت نقل فرمائی ہے کہ

حضرت بایزید کے زمانے میں ایک دفعہ (بسطام میں) مدت تک بارش نہ ہوئی لوگ نمازِ استسقا کے لئے صحرا میں

گئے اور نماز ادا کی، لیکن بارش پھر بھی نہ ہوئی۔ اس پر کچھ لوگ کہنے لگے کہ بُرے آدمیوں کی شامتِ اعمال کی وجہ سے بارش نہیں ہوتی۔ آپ نے سُنا تو فوراً! شہر سے نکل کھڑے ہوئے۔ لوگوں نے آپ سے شہر چھوڑنے کی وجہ دریافت کی تو فرمانے لگے: ''سب سے بُرا تو میں ہوں، اس لیے اس جگہ سے چلا جاتا ہوں تا کہ لوگ میری شامتِ اعمال کی وجہ سے بارانِ رحمت سے تو محروم نہ رہیں''، بالآخر لوگ گئے اور منتیں اور مجبور کر کے آپ کو واپس شہر میں لائے۔ (۲۳)

ادبِ رسول ﷺ اور اتباعِ سنت:

آپ کی اتباعِ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حال تھا کہ آپ نے تمام عمر میں خربوزہ اس لئے نہ کھایا کہ احادیث سے یہ بات ثابت نہیں ہو سکی کہ حضور نبی کریم ﷺ نے خربوزہ کس طرح کاٹا اور کیسے کھایا، چنانچہ آپ نے تمام عمر خربوزہ نہیں کھایا، کہ کہیں یہی عمل خلافِ سنت سرزد نہ ہو جائے۔

اس واقعہ کو علامہ اقبال نے اپنے کلام میں یوں فرمایا:

کیفیت ہاخیزد از صہبای عشق　　ہست ہم تقلید از اسمای عشق

کامل بسطام در تقلید فرد　　اجتناب از خوردن خربوزہ کرد

عاشقی؟ محکم شواز تقلید یار　　تا کمند تو شود یزداں شکار (۲۴)

☆یعنی کیفیات شراب عشق سے نمودار ہوتی ہیں تقلید بھی اسمائے عشق میں سے ہے۔ بسطام کے مردِ کامل بایزید تقلید میں منفرد ہیں جنہوں نے خربوزہ کھانے سے اجتناب کیا۔ اگر تم عاشق ہو تو یار کی تقلید میں مستحکم ہو جا تا کہ یزداں تیری کمند کا شکار ہو جائے۔

ابو نصر سراج کتاب اللمع میں لکھتے ہیں کہ شیخ بایزید بسطامی فرماتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کروں کہ مجھے کھانا کھانے اور عورتوں کا زیر بار ہونے سے محفوظ رکھے۔ پھر خود ہی خیال آیا کہ اللہ سے ایسی درخواست کرنا کیونکر جائز ہے جب کہ رسول اللہ مبارک ﷺ نے ایسی درخواست نہیں کی تھی؟ لہٰذا میں نے یہ درخواست نہ کی اور اللہ نے مجھے عورتوں کے زیر بار ہونے سے بچا لیا چنانچہ (اب یہ حالت ہے کہ)

کسی عورت کو دیکھ کر مجھے پرواہ ہی نہیں ہوتی کیونکہ میرے نزدیک عورت اور دیوار یکساں ہوتی ہے۔(۲۵)

امام ابو بکر بن ابو اسحاق الکلاباذی اپنی کتاب تعرف میں لکھتے ہیں کہ

ابو یزید بسطامی فرماتے ہیں" صدیقین کی آخری انتہا انبیاء کے احوال کی ابتدا ہے اور کوئی شخص انبیاء کی انتہا کی غایت نہیں پا سکتا(۲۶)

اسی مقام پر امام ابو بکر نے حضرت سہل بن عبد اللہ کا ایک قول نقل فرمایا کہ

"عارفوں کی ہمتیں حجب (پردوں) پر جا کر رہ جاتیں اور وہاں سرنگوں ہو کر ٹھہر جاتی ہیں پھر ان کو آگے جانے کی اجازت ملتی ہے تو یہ وہاں جا کر سلام نیاز پیش کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں اپنی تائید کی خلعت عطا کرتے ہیں اور کج روی سے ان کو باز رکھتے ہیں مگر انبیاء کی ہمتیں عرش کے گرد چکر لگاتی ہیں لہذا انہیں انوار الہیہ کا لباس پہنایا جاتا ہے۔ان کے مرتبے بلند کیے جاتے ہیں اور ان کا اللہ سے وصال ہو جاتا ہے تب جا کر ان کے نفسانی حظوظ فنا کر دیے جاتے ہیں اور ان کی مراد کو ساقط کر دیا جاتا ہے اور اللہ ان کی ایسی حالت کر دیتا ہے کہ وہ اس کی مدد سے اس کی خاطر تصرف کرتے ہیں۔(۲۷)

حضرت ابو یزید بسطامی فرماتے ہیں کہ " اگر نبی ﷺ کی طرف سے ایک ذرہ بھی لوگوں کے سامنے نمودار ہو جائے تو عرش سے ادھر کی تمام کائنات بھی اس کی متحمل نہ ہو سکے گی۔ نیز آپ فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی معرفت اور علم کے مقابلے میں مخلوق کی معرفت اور علم کی مثال اس نمی کی سی ہے جو اس مشکیزہ کے منہ پر ظاہر ہوتی ہے جس کا منہ بند ہوا ہو۔(۲۸)

روایت حدیث:

متعدد سیرت نگار حضرت بایزید بسطامی کا تعارف احادیثِ نبوی ﷺ کے ثقہ راوی کی حیثیت سے کراتے ہیں اور ان کی بیان کردہ روایات پر اعتماد کرتے ہیں۔ داتا گنج بخش حضرت سید علی ہجویری اپنی کتاب کشف المحجوب میں اور امام عبد الوہاب شعرانی اپنی کتاب طبقات کبریٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ سے ان کی بیان کردہ روایات عالی ہیں"۔

امام ابو عبد الرحمٰن سلمی نے طبقات الصوفیہ میں مرویات بایزید بسطامی میں سے ایک حدیث روایت کی ہے جس کا

سلسلہء اسناد حسبِ ذیل ہے:

حضور نبی اکرم مبارک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، حضرت ابو سعید الخذری، حضرت عطیہ العوفی، حضرت عمرو بن قیس الملائی، حضرت عبد الرحمٰن السدّی، سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی، حضرت ابو موسیٰ الدیبلی دیناری، حضرت علی بن جعفر البغدادی، حضرت ابو الفتح احمد بن محمد بن سھل المصری المعروف بابن الحمصی الواعظ بالبصرۃ، حضرت ابو عمرو عثمان بن جحدۃ بن دراھم الکازرونی، حضرت ابو الحسن منصور بن عبد اللہ الدیمرتی، حضرت ابو عبد الرحمٰن السلمی

متن حدیث مندرجہ ذیل ہے:

اِنَّ مِنْ ضِعْفِ الْیَقِیْنِ اَنْ تُرْضَی النَّاسُ بِسَخَطِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاَنْ تُحْمَدَھُمْ عَلٰی رِزْقِ اللّٰہِ وَاَنْ تذمھم علی ما لم یوتك اللّٰہِ وانَّ رزق اللہ لا یجدّہ حرصُ حریصٍ ولا یردّہ کرہ کارہٍ انّ اللہ تعالیٰ بحکمته وجلاله جعل الرَّوح والفرح فی الرضاء الیقین وجعل الھَمّ والحُزن فی الشك االسخطِ۔(۲۹) ترجمہ: بے شک یقین کی کمزوری میں سے یہ بات ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے لوگوں کو راضی کرے۔ اللہ کے دیئے ہوئے رزق پر لوگوں کی تعریفیں کرتا پھرے اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے کوئی چیز عطا نہ کرے تو تو لوگوں کی مذمت کرے۔ بے شک اللہ کا رزق ایسا ہے کہ جس کو کسی حرص کرنے والے کا حرص اور کسی ناگوار سمجھنے والے کی ناگواری روک نہیں سکتی۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور جلال کے ساتھ طمانیت اور فرحت کو رضا اور یقین میں رکھا ہے اور حزن وملال کو شک اور (قضاوقدر سے) ناراضی میں رکھ دیا ہے"۔(۳۰)۔

مخلوق سے شفقت:

صوفیہ کرام کی حیات و تعلیمات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صوفیہ کا طبقہ حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں۔ صوفیہ کرام نے مخلوق کے درد کو ہمیشہ اپنا درد جانتے ہوئے خلقتِ خدا کو توکل الی اللہ کا سبق سکھایا ہے اور خدا سے محبت کا تقاضا ہی یہی ہے اس کی مخلوق سے ہمدردی اور شفقت کا برتاؤ کیا جائے۔

شیخ بایزید بسطامی کا ایک یہودی پڑوسی تھا وہ کہیں سفر میں چلا گیا۔ اسی دوران میں اس کے ہاں بچہ پیدا

ہوا۔ افلاس کی وجہ سے اس کی بیوی چراغ تک روشن نہ کر سکتی تھی۔ تاریکی کی وجہ سے اس کا بچہ رات بھر روتا رہتا تھا۔ چنانچہ شیخ بایزید بسطامی ہر رات اس کے یہاں چراغ رکھ آتے جس کی وجہ سے بچہ آرام سے سو جاتا۔ جس وقت عورت کا شوہر واپس آیا تو اس کی بیوی نے آپ کے حسنِ سلوک کی تمام کیفیت بیان کی وہ یہودی بڑا متاثر ہوا اور کہا کہ اتنا عظیم بزرگ ہمارا پڑوسی ہو اور ہم گمراہی میں زندگی گزاریں، وہ یہودی اپنی بیوی کے ساتھ آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔(۳۱)

ایک اور مشہور واقعہ آپ کی خدا ترسی اور مخلوق خدا پر بے پایاں شفقت کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔ آپ نے ایک دفعہ ہمدان سے قرطم کے کچھ دانے خریدے اور ان کو استعمال فرمایا لیکن کچھ دانے بچ گئے جو آپ نے کسی کپڑے میں باندھ لیے اور بسطام روانہ ہو گئے۔ بسطام پہنچ کر معلوم ہوا کہ ان دانوں میں دو چیونٹیاں آگئی ہیں۔ احساس ہوا کہ ان کو ناحق تکلیف دی اور بے وطن کیا فوراً واپس ہمدان تشریف لے گئے اور چیونٹیوں کو اپنی جگہ پر جا چھوڑا۔ حالانکہ ہمدان اور بسطام کے درمیان کافی مسافت (تقریباً ۳۷۰ کلومیٹر فاصلہ) ہے۔(۳۲)۔

مقام و مرتبہ:

آپ کی شان میں حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ ”اولیاء میں بایزید ایسے معظم ہیں جیسے جماعتِ ملائکہ میں جبرئیل امینؑ ہیں“(۳۳)

حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ اے بایزید! رات کو آرام اور سکون سے سوتے ہو، قافلہ تو چلا گیا، آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ”کامل تو وہ ہے جو رات کو سو جائے اور صبح کو قافلہ اُترنے سے پہلے منزل پر پہنچ جائے“ حضرت ذوالنون یہ سن کر رو پڑے اور کہا کہ بایزید! تمہیں مبارک ہو، میں اس مرتبے کو نہیں پہنچا۔(۳۴)

امام مناوی فرماتے ہیں کہ ابو یزید بسطامی عارفین کے اماموں کے بھی امام تھے اور صوفیہ کرام کے مشائخ کے شیخ تھے۔ ان کے بارے میں جناب خانی کا یہ قول ہی کافی ہے کہ آپ انہیں سلطان العارفین کہا کرتے تھے اور محی الدین ابن عربی انہیں ابو یزید اکبر کہا کرتے تھے اور انہوں نے ذکر کیا کہ آپ اپنے زمانہ کے قطب غوث تھے۔(۳۵)

حضرت ذوالنون مصریؒ کا ایک مرید حضرت بایزید بسطامیؒ کی زیارت کے ارادہ سے گیا۔ دروازہ پر پہنچ کر اس نے دستک دی حضرت بایزید بسطامیؒ نے پوچھا کون ہے؟ کیا چاہتے ہو؟ اُس نے جواب دیا کہ حضرت بایزید بسطامیؒ کی زیارت کو آیا ہوں۔ آپؒ نے پوچھا بایزید کون ہے؟ کہاں ہے اور وہ کیا ہے؟ میں مدت سے بایزید کو تلاش کر رہا ہوں مگر وہ نہیں ملتا جب مرید واپس ہو کر حضرت ذوالنون مصریؒ سے یہ حال بیان کیا تو انہوں نے فرمایا: میرا بھائی بایزید بسطامیؒ خدا کی طرف جانے والوں میں جاملا۔(۳۶)

شیخ ابو سعید ابو الخیر آپ کے متعلق فرماتے ہیں کہ "میں اٹھارہ ہزار عالم کو حضرت بایزید کی ذات سے پُر دیکھتا ہوں اور درمیان میں حضرت بایزید مجھے دکھائی نہیں دیتے"۔ (یعنی جہاں بایزید بسطامی ہیں وہ حق اور حق میں ہی محو ہیں)۔(۳۷)

تصوف کی ہر کتاب میں آپ کا تذکرہ واضح الفاظ میں ملتا ہے۔ اسی طرح صوفی شعراء نے آپ کی شخصیت پر قلم اٹھانا بھی باعثِ فخر جانا، جیسے حکیم سنائی غزنوی نے آپ کا یوں تذکرہ کیا:

دورہا باید کہ تا یک مردِ حق پیدا شود — بایزید اندر خراسان یا اویس اندر قرن

☆یعنی: کئی زمانے درکار ہیں کہ ایک مردِ حق پیدا ہو، بایزید بسطامیؒ جیسا کوئی خراسان میں یا اویسؓ جیسا قرن میں)

علامہ اقبال نے آپ کے مرتبہ کو یوں بیان فرماتے ہیں:

تیغ ایوبی نگاہ بایزید — گنج ہای ہر دو عالم را کلید(۳۸)

☆یعنی: صلاح الدین ایوبی کی تلوار اور بایزید کی نگاہ دونوں جہانوں کے خزانوں کی کنجیاں ہیں۔

آپ کے چند اقوال:(۳۹)ا

(۱) اگر فرعون بھوکا رہتا تو ہر گز اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی (میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں) نہ کہتا۔ اگر قارون بھوکا رہتا تو باغی نہ ہوتا اور لومڑی چونکہ بھوکی رہتی ہے اس لیے ہر ایک نے اس کی تعریف کی ہے جب پیٹ بھر جاتا ہے تو نفاق پیدا ہوتا ہے۔

۲) عارفوں کا نفاق مریدوں کے اخلاص سے افضل ہے۔

۳) ولی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے امر و نہی کے تحت صبر کرے۔

۴)میں نے تیس سال تک مجاہدہ کیا مگر مجھے علم اور اس کی پیروی سے زیادہ مشکل کوئی اور چیز نظر نہیں آئی۔

۵)اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اگر دنیا و آخرت میں وہ اللہ تعالیٰ سے ایک لمحہ کے لئے محجوب ہو جائیں تو وہ مرتد ہو جائیں۔

۶)اگر لوگ دوسو سال تک بھی گلشن معرفت میں سرگشتہ رہیں جب کہیں جاکر ان کو ایک پھول مل سکتا ہے جو مجموعی طور پر ابتداء ہی میں مجھے مل گیا۔

۷)آپ فرماتے ہیں کہ محبت یہ ہے کہ اپنے بہت کو تھوڑا جانے اور محبوب کے تھوڑے کو بہت جانے۔

۸)دلوں کا قبض، نفسوں کی کشادگی میں ہے اور دلوں کی کشادگی، نفسوں کے قبض میں ہے۔

وصال مبارک:

آپ نے ۱۵ شعبان ۲۶۱ھ میں انتقال فرمایا، آپ کا مزار بھی شہر بسطام میں ہے۔(۴۰)

ابو نصر سراج فرماتے ہیں شیخ بایزید بسطامی نے موت کے وقت یوں کہا"میں نے تجھے(اللہ) جب یاد کیا تو غفلت سے یاد کیا مگر تو نے مجھے مہلت دے کر میری جان قبض کی۔"(۴۱)

مرقد مبارک:

ایک روایت کے مطابق آپ کا مزار ایک تاتاری حکمران نے تعمیر کروایا تھا۔ تاتاریوں نے چونکہ اسلام صوفیائے کرام کی بدولت قبول کیا تھا اس لئے وہ صوفیائے کرام سے حُسن عقیدت رکھتے تھے۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ ایلخانی سلطان الجائتو محمد خدابندہ نے ۷۱۳ھ / ۱۳۱۳ء میں ان کے مزار پر ایک قبّہ تعمیر کرایا تھا۔(۴۲)

شیخ ابوسعید ابوالخیر المہینی جب بسطام پہنچے وہاں ایک پہاڑی ہے جہاں سے حضرت بایزید بسطامی کا مزار دکھائی دیتا ہے۔ شیخ ابوسعید کی نگاہیں مزار پر پڑیں تو رک گئے۔ ایک لمحہ خاموش ہو کر سر ادب سے جھکا دیا سر اٹھا کر فرمایا جو شخص دوسری جگہ (جو کچھ) کھو دیتا ہے یہاں پالیتا ہے۔ حضرت بایزید بسطامی کے مزار پُر انوار کی زیارت کی۔ آپ (شیخ ابوسعید) مزار مبارک کے پہلو میں کھڑے تھے تو حسن مودّب بھی آپ کے پیچھے کھڑے تھے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ابوسعید کچھ دیر تک سر جھکائے کھڑے تھے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ابو سعید کچھ دیر تک سر جھکائے کھڑے رہے پھر سر اٹھایا اور فرمایا یہ پاک بازوں کا مقام ہے یہاں ناپاک نہیں آسکتے۔

شیخ ابو سعید ایک دن اور ایک رات بسطام رہے۔(۴۳)

ماخذ و مراجع و توضیحات

۱۔ کارنامہ بزرگان ایران ص ۶۹۔

۲۔ رسالہ قشیریہ، ص ۱۷۱۔

۳۔ کارنامہ بزرگان ایران، ص ۶۹

۴۔ سورہ لقمان ۱۴:۳۱

۵۔ تذکرۃ الاولیاء مترجم: ص ۸۸۔

۶۔ جنید و بایزید ص ۴۵۰۔

۷۔ حضرات القدس، جلد ۲، ص ۹۷،۹۸

۸۔۹۔ رسالہ قشیریہ ص ۱۵۸۔

منقول ہے کہ ایک روز آپ حضرت امام جعفر صادق کے پاس بیٹھے تھے۔اُنہوں نے آپ سے فرمایا: وہ کتاب طاق سے اُٹھالاؤ۔ آپ (بایزید بسطامی) نے عرض کیا: کس طاق سے؟ اس پر امام جعفر صادق نے فرمایا' ایک مدت سے تم میرے پاس ہو اور تم نے اس طاق کو نہیں دیکھا؟ آپ نے عرض کیا نہیں (دیکھا)، مجھے اس طاق سے کیا غرض ہے میں آپ کے حضور ہوتے ہوئے اپنا سر اوپر اٹھاؤں، حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا جب ایسا ہے تو پھر بسطام (لوٹ) جاؤ، تم مکمل ہو چکے۔ محققین کے نزدیک یہ واقعہ امام جعفر صادق کے مزار مبارک پر بطور کشف پیش آیا ہے، کیونکہ آپ کو روحانی تربیت (فیوض و برکات) امام جعفر صادق سے اویسی طریقہ سے حاصل ہوئی ہے۔

۱۰۔ طبقات کبریٰ ص۔۔۔۔

۱۱۔ تذکرۃ الاولیاء ص ۹۰۔

۱۲۔ تذکرۃ الاولیاء ص ۱۶۴۔

۱۳۔ طبقات کبریٰ، رسالہ قشیریہ، کشف المحجوب، طبقات الصوفیہ۔

۱۴۔تذکرۃ الاولیاء ص ۱۰۱۔

۱۵۔مثنوی مولانا روم

۱۶۔رسالہ قشیریہ ص ۳۰۹۔

۱۷۔رسالہ قشیریہ ص ۳۰۸۔

۱۸۔رسالہ قشیریہ ص ۳۰۹، تذکرۃ الاولیاء، شیخ ص ۹۰۔

۱۹۔رسالہ قشیریہ ص ۳۱۸۔

۲۰۔تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۵۲۔

۲۱۔رسالہ قشیریہ ص ۳۲۷۔

۲۲۔طبقات الصوفیہ ص ۶۴۔

۲۳۔نافع السالکین۔

۲۴۔اسرار خودی، علامہ محمد اقبال۔

۲۵۔کتاب اللمع فی التصوف ص ۱۲۶۔۔

۲۶۔تعرف، ص ۱۰۲۔

۲۷۔تعرف، ص ۱۰۲۔

۲۸۔تعرف، ص ۱۰۲۔

۲۹۔البیھقي في شعب الایمان، ۱/ ۲۲۱، الرقم: ۲۰۷، وابو نعیم في حلیۃ الاولیاء، ۱۰/ ۴۱۔

۳۰مفہوم حدیث یہ ہے کہ رازق حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے وہی عطا کرنے والا ہے اور وہی روکنے والا ہے اس لیے وہ اگر عطا کرے تو اوّلا اسی ہی کا شکر ادا کرنا چاہیے اور کچھ عطا نہ کرے تو قضاو قدر پر صبر کرنا چاہیے اور راضی برضا رہنا چاہیے لوگ اگر ہمیں کچھ کھانے پینے کو دے دیتے ہیں تو وہ حقیقت خدا کے حکم سے ہوتا ہے کہ وہ ان کے دلوں میں دوسروں کی مدد کرنے کی بات ڈال دیتا ہے اور اسی طرح لوگوں کے پاس جب کچھ نہیں ملتا تو یہ بھی خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔اس لیے ہمیں ہمیشہ خدا کی رضا پر راضی رہنا چاہیے اور اسی میں طمانیت قلب، پختگی

ایمان اور نجات اخروی کا سامان ہے۔

۳۱۔ تذکرۃ الاولیاء ص۹۷،۹۶۔

۳۲رسالہ قشیریہ، تذکرۃ الاولیاء ایضاً

۳۳۔ تذکرۃ الاولیاء ص۸۸۔

۳۴۔ تذکرۃ الاولیاء ص۸۹۔ کتاب النور فی کلمات ابی طیفور ص:۷۹ تا ۸۰۔

۳۵۔ نفحات الانس ص ۳۶۔

۳۶۔ کشف المحجوب، مترجم ص:۴۳۰

۳۷۔ تذکرۃ الاولیاء، ص۱۶۶

۳۸۔ پس چہ باید کرد، علامہ محمد اقبال

۳۹۔ کشف المحجوب، مترجم: ص:۵۸۷، ۴۹۲، ۳۷۷،۵۸، ۳۱، ۳۷۷۔ تذکرۃ الاولیاء، ص ۱۰۲، ۱۰۳۔

۴۰۔ کارنامہ بزرگان ایران، ۷۰، تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۵۶۔

۴۱۔ کتاب اللمع فی التصوف ص۳۰۸۔

۴۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ا، ص ۹۳۲۔

۴۳۔ اسرار التوحید فی مقامات الشیخ ابی سعید۔ تذکرۃ الاولیاء۔

کتابیات

۱۔ کارنامہ بزرگان ایران نشریہ ادارہ کل انتشارات ورادیو، تہران: ۱۳۴۰ش۔

۲۔ تذکرۃ الاولیاء، شیخ فرید الدین عطار، مترجم: مولانا زبیر افضل عثمانی، تصحیح: محمد عبد العلیم مظفر، طبع اول، ناشر: کمرشل بک ڈپو چار مینار حیدر آباد۔

۳۔ جنید و بایزید، پیر عبد الطیف خان نقش بندی نشان منزل پبلی کیشنز لاھور۔

۴۔ رسالہ قشیریہ، ابو القاسم القشیری، ترجمہ پیر حسن ناشر: ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد۔

۵۔ طبقات کبریٰ، امام شعرانی، نوریہ رضویہ پبلی کیشنز لاہور۔

٦۔طبقات الصوفیہ، ابی عبد الرحمن محمد بن الحسین السلمی،شاہ محمد چشتی، اشاعت ٢٠١١ء،ادارہ پیغام القرآن، لاہور۔

۷۔کتاب اللمع فی التصوف، ابو نصر سراج طوسی، مترجم: ڈاکٹر پیر محمد حسن، اشاعت دوم ١٩٩٦ء ناشر: ادارہ تحقیقات اسلامی: اسلام آباد۔

۸۔نفحات الانس،عبدالرحمن جامی،ص88،شبیر برادرز اردو بازار لاہور۔

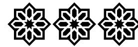
۹۔کشف المحجوب، مترجم: مفتی غلام معین الدین نعیمی، اشاعت ٢٠٠٧ئ، قادری رضوی کتب خانہ، گنج بخش روڈ، لاہور۔

١٠۔تذکرۃ الاولیاء شیخ فرید الدین عطار نیشاپوریؒ، تصحیح متن، توضیحات و فہارس، ڈاکٹر محمد استعلامی، تہران، کتابخانہ زوار،١٣٥٦ھ۔

١١۔کشف المحجوب،مترجم اشاعت٢٠٠٧ء، قادری رضوی کتب خانہ،گنج بخش روڈ،لاہور۔

١٢۔اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب یونیورسٹی۔

١٣۔اسرار التوحید فی مقامات الشیخ ابی سعید، تصنیف: محمد بن ابی سعد بن ابی طاہر بن ابی سعید مہینی، ترجمہ: پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، ٢٠١٠، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور۔



تعارف مخطوطات

العروہ لاہل الخلوہ والجلوۃ

محمد یعقوب براہوی

العروہ لاہل الخلوۃ والجلوۃ سلسلہ عالیہ کبرویہ ہمدانیہ نوربخشیہ کے قطب الاَقطاب حضرت شیخ علاءالدولہ سمنانیؒ کی شہرہ آفاق کتاب ہے اس کتاب کے شہرت کی کئی وجوہات ہیں ۔

1۔ایک توحضرت شیخ علاءالدولہ سمنانیؒ کے ہاں اُن کے دیگر تصانیف کے مقابلے میں اس کتاب کو نہایت اہم مقام حاصل ہونا ہے چونکہ اب تک کی تحقیق کے مطابق حضرت شیخ علاءالدولہ سمنانیؒ نے سال 720 ھ سے 733ھ کے درمیان سات مرتبہ اس کتاب پر الگ الگ نظر ثانی کی۔

2۔دوسری وجہ حضرت شیخ علاءالدولہ سمنانیؒ کے اپنے دست مبارک کے لکھے ہوئے نسخے موجود ہیں جن میں اس کتاب کے قلمی نسخے بھی شامل ہیں۔

3۔تیسری وجہ حضرت شیخ علاءالدولہ سمنانیؒ کی آخری عمر میں اس کو حتمی شکل دینا ہے۔

4۔چوتھی وجہ اس کے بیشمار قلمی نسخوں کی دستیابی ہے۔

5۔پانچویں وجہ بے شمار کتابوں میں اس کے حوالے ہونا ہے۔

شاہ ہمدان ڈیجیٹل لائبریری میں دنیا بھر کے کتب خانوں سے حاصل شدہ اس کتاب کے کئی قلمی نسخے موجود ہیں جن میں سے 3 نسخے آپؒ کے دست مبارک سے لکھے ہوئے ہیں۔ہمارے ہاں موجودہ نسخوں میں اہم ترین نسخہ وہ ہے جس کی کتابت آپ نے 733ھ میں مکمل کی یعنی یہ نسخہ آپؒ کے وصال سے 3 سال قبل مکمل ہوا۔ ہماری تحقیق کے مطابق حضرت شیخ علاءالدولہ سمنانیؒ کے بعد اس کتاب پر اب تک 3 بار کام ہوا ہے۔اس سلسلے میں پہلا اہم کام آپؒ کے کسی مرید نے اس کتاب کو فارسی میں ترجمہ کیا لیکن کئی مقالہ نگاروں نے العروہ کے فارسی ترجمہ کو بھی حضرت شیخ علاءالدولہ سمنانیؒ کی تصنیف قرار دیا ہے جب کہ جدید تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ العروہ کا فارسی ایڈیشن بعد میں حضرت شیخ علاءالدولہ سمنانیؒ کے کسی مرید نے مکمل کیا ہے۔

دوسری بار العروہ کے فارسی متن کو افغانستان کے مشہور محقق نجیب مایل ہروی، جو ایران میں مقیم ہیں، نے 80ء

کے دہائی میں تہران سے شائع کیا۔اُسی فارسی متن کی بنیاد پر اُستاد محترم مفتی علی محمد ہادی نے اس کا اُردو ترجمہ شاہ ہمدان پبلی کیشن کے ذریعے سکردو پاکستان سے شائع کیا۔مترجم کی اجازت سے ہم نے قارئین کی کی سہولت کی خاطر اس کتاب کی سوتی کاپی SUFIBOOK.COM (PDF) پر رکھا ہوا ہے۔

یہ کتاب 6 ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول

باب اول وجودِ حق تعالی کے بارے میں ہے جس میں اللہ تعالی کی ذات، صفات پر بحث ہے اور وجودِ حق تعالی کے حوالے سے مختلف مکاتب فکر کی آراء بھی شامل ہیں۔

باب دوئم

یہ باب بھی باب اول کی طرح وجودِ حق تعالی سے متعلق ہے لیکن اس باب میں ہر مسئلہ فلسفیانہ توجیہات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔تمام موضوعات پر ہر مکتب فکر یا گروہ کا نظریہ بیان کرنے کے بعد پھر اُن کے دلائل کو نقل کیا گیا ہے اور آخر میں حضرت شیخ علاءالدولہ سمنانیؒ اپنی تحقیق پیش کرتے ہوئے ہر مسئلے کا حل نہایت خوبصورتی سے پیش کرتے ہیں۔یہی طریقہ شیخؒ نے اپنی دوسری ضخیم ترین کتاب الفلاح میں بھی اپنایا ہے۔ہم کہہ سکتے ہیں العروہ کا یہ باب دقیق ترین اور طویل ترین باب ہے۔

باب سوئم

باب سوئم روحانیات اور روحانی منازل پر بحث ہے اور اس میں زیادہ تر موضوعات مرکبات و مفردات سے متعلقہ ہیں۔ ضمنی طور پر معراج النبی بھی مذکور ہے۔

باب چہارم

اس باب میں واجب الوجود، ممکن الوجود، نظریہ حُلول اور اللہ تعالی کی ذات و صفات کی مختلف تنزیہہ کے بارے میں ہے۔

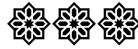
باب پنجم

نبوت اور ولایت کے مباحث سے متعلق ہے جس میں نبوت، ورسالت اور ولایت کی پہچان اور ولی مرشد اور

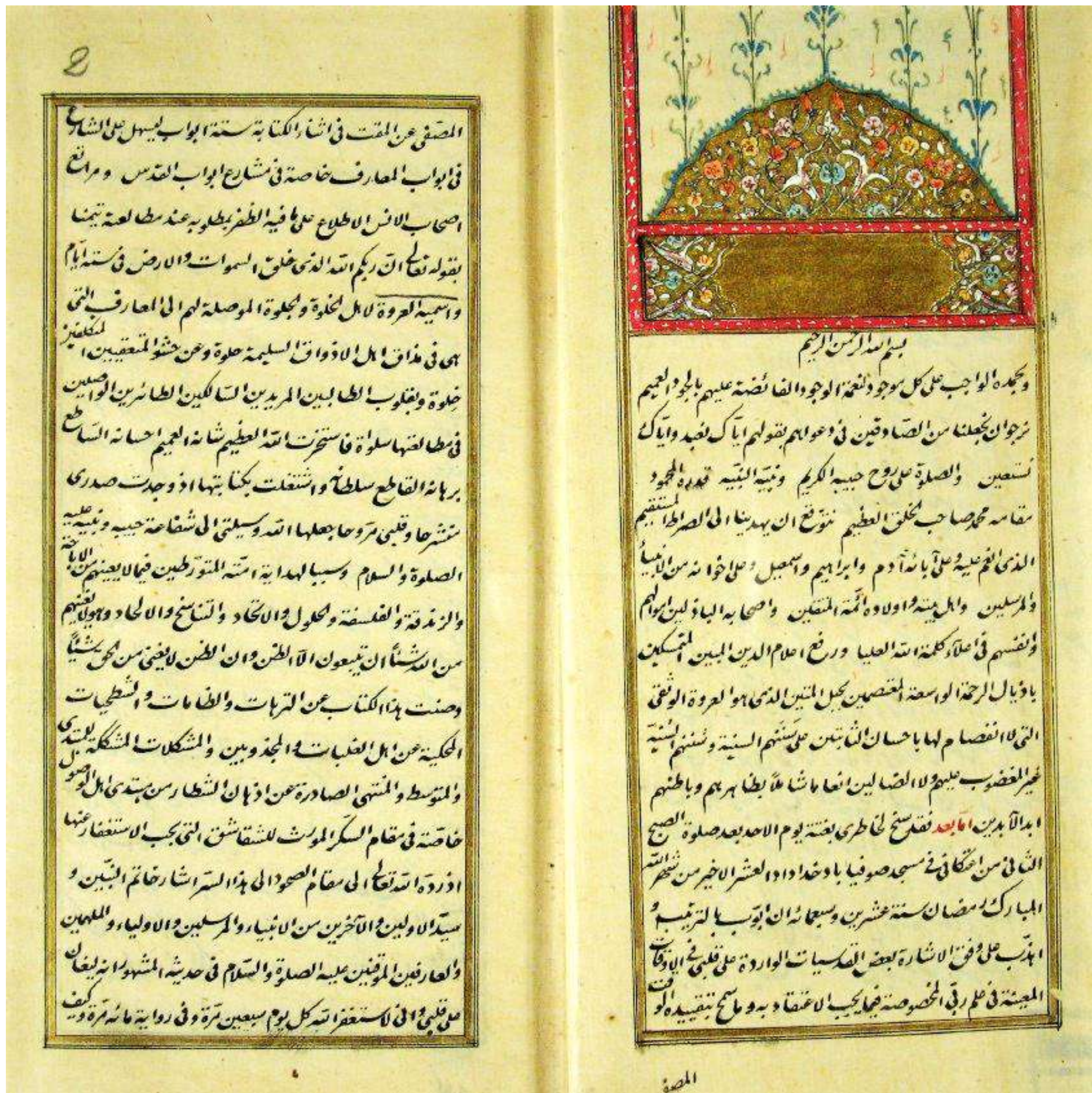
علمائے دین کے بارے میں تفصیلات ہیں۔

باب ششم

اس باب میں راہ سلوک، تزکیہ نفس کی شرائط، صراط المستقیم، اسلامی فرقے اور فرقہ ناجیہ کے علاوہ شیخؒ نے اپنے غیبی واردات اور راہ سلوک میں داخل ہونے والے واقعہ اور اس میں حائل رکاوٹوں کو دلچسپ انداز میں بیان فرمایا ہے۔



عکس نسخہ کتب خانہ رائیس الکتاب ترکی



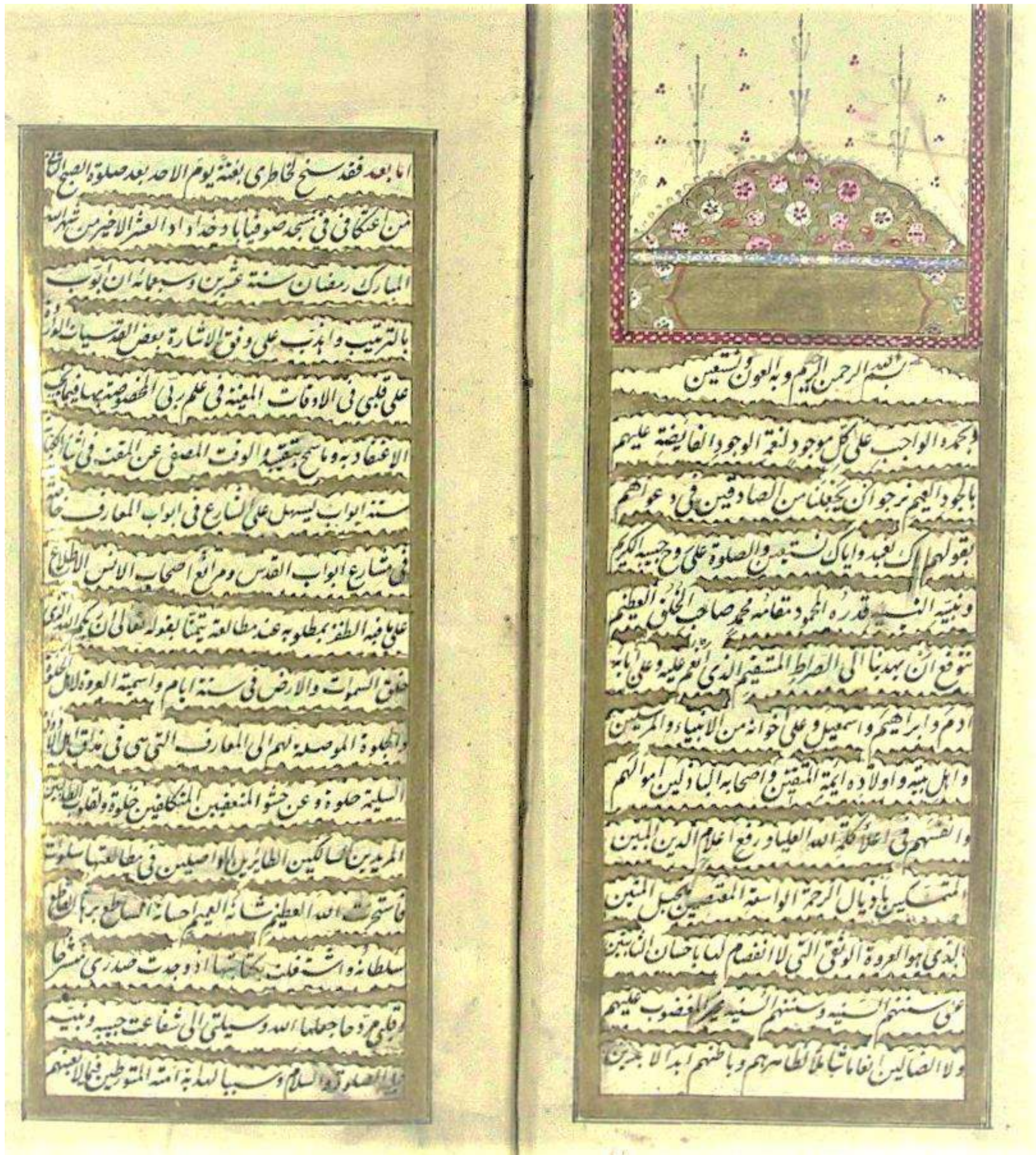
بسم الله الرحمن الرحيم

وحمده الواجب على كل موجود لنعمة الوجود الفائضة عليهم بالجود العميم
نرجوا أن يجعلنا من الصادقين في دعواهم بقولهم إياك نعبد وإياك
نستعين والصلوة على روح حبيبه الكريم ونبيه النبيه قدره المحمود
مقامه محمد صاحب الخلق العظيم نتوقع أن يهدينا إلى الصراط المستقيم
الذي أنعم عليه على آبائه آدم وابراهيم واسمعيل وعلى اخوانه من الانبياء
والمرسلين وأهل بيته وأولاده الأئمة المتقين وأصحابه الباذلين أموالهم
وأنفسهم في إعلاء كلمة الله العليا ورفع أعلام الدين المبين المتمسكين
بأذيال الرحمة الواسعة المعتصمين بحبل المتين الذي هو العروة الوثقى
التي لا انفصام لها بإحسان الذين يمشون على سننهم السنية وسننهم السنية
غير المغضوب عليهم ولا الضالين نعما ما شاء لا ظاهرهم وباطنهم
أبد الآبدين أما بعد فقد سنح لخاطري بغتة يوم الأحد بعد صلوة الصبح
الثاني من اعتكافي في مسجد صوفيا بأدخدادم العشر الأخير من شهر الله
المبارك رمضان سنة عشرين وسبعمائة أن أبوب لترتيب و
أهذب على وفق الإشارة بعض القدسيات الواردة على قلبي في الأوقات
المعينة في علم ربي المخصوصة بما يجب الاعتقاد به وما يجب تقييده لو
المصنف

2

المصنف عن المقت في أثناء الكتابة ستة أبواب ليسهل على الشارع
في أبواب المعارف خاصة في مشارع أبواب القدس ومرابع
أصحاب الأنس الاطلاع على ما فيه الظفر بمطلوبه عند مطالعته تيمنا
بقوله تعالى إن ربكم الله الذي خلق السموات والأرض في ستة أيام
وسميته العروة لأهل الخلوة والجلوة الموصلة لهم إلى المعارف التي
هي في مذاق أهل الأذواق السليمة حلوة وعن حشو المتعقبين المتكلفين
خلوة وبقلوب الطالبين المريدين السالكين الطائرين الواصلين
في مطالعتها سلوة فاستخرت الله العظيم شأنه العميم إحسانه الساطع
برهانه القاطع سلطانه واشتغلت بكتابتها إذ وجدت صدري
منشرحا وقلبي مروحا جعلها الله وسيلتي إلى شفاعة حبيبه ونبيه عليه
الصلوة والسلام وسببا لهداية أمته المتورطين فيما لا يعنيهم من الإباحة
والزندقة والفلسفة والحلول والاتحاد والتناسخ والإلحاد وهوى أنفسهم
من الله شيئا إن يتبعون إلا الظن وإن الظن لا يغني من الحق شيئا
وصنت هذا الكتاب عن الترهات والطامات والشطحيات
الحكمية عن أهل الغلبات المجذوبين والمشكلات المشكلة للمبتدي
والمتوسط والمنتهي الصادرة عن أذيال النظار من مبتدئ أهل الوجود
خاصة في مقام السكر المورث للتشاغل التي يجب الاستغفار عنها
أذوده الله تعالى إلى مقام الصحو إلى هذا السر أشار خاتم النبيين و
سيد الأولين والآخرين من الأنبياء والمرسلين والأولياء والملهمين
والعارفين الموقنين عليه الصلوة والسلام في حديثه المشهور إنه ليغان
على قلبي وإني لأستغفر الله كل يوم سبعين مرة وفي رواية مائة مرة وكيف

عکس نسخہ کتاب خانہ اسعد افندی ترکی



بسم الله الرحمن الرحیم وبه العون ونستعین

الحمد لله الواجب علی کل موجود لنعمة الوجود الفایضة علیهم
بالجود العمیم نرجو ان یجعلنا من الصادقین فی دعواهم
بقولهم ایاک نعبد وایاک نستعین والصلوة علی روح حبیبه الکریم
ونبیه النبیه قدره المحمود مقامه محمد صاحب الخلق العظیم
نتوقع ان یهدینا الی الصراط المستقیم الذی انعم علیه وعلی ابائه
آدم وابراهیم واسمعیل وعلی اخوانه من الانبیاء والمرسلین
واهل بیته واولاده ایمة المتقین واصحابه الباذلین اموالهم
وانفسهم فی اعلاء کلمة الله العلیا ورفع اعلام الدین المبین
المتمسکین باذیال الرحمة الواسعة المعتصمین بحبل المتین
الذی هو العروة الوثقی التی لا انفصام لها باحسان الذین تبعوا
علی سننهم السنیة وسننهم السنیة غیر المغضوب علیهم
ولا الضالین اتباعا تاما ظاهرهم وباطنهم ابدا لا جرم

اما بعد فقد سنح لخاطری بغتة یوم الاحد بعد صلوة الصبح الثانی
من اعتکافی فی مسجد صوفیاباد خداداد العشر الاخیر من شهر الله
المبارک رمضان سنة عشرین وسبعمائة ان ابوب
بالترتیب واهذب علی وفق الاشارة بعض القدسیات الواردة
علی قلبی فی الاوقات المعینة فی علم ربی المخصوصة بها فیما یجب
الاعتقاد به وما یتعلق بتقیید الوقت المصفی عن المقت فی [illegible]
ستة ابواب لیسهل علی الشارع فی ابواب المعارف [illegible]
فی مشارع ابواب القدس ومراتع اصحاب الانس الاطلاع
علی ما فیه اللطف بمطلوبه عند مطالعته تیمنا بقوله تعالی ان ربکم الله الذی
خلق السموات والارض فی ستة ایام واسمیته العروة لاهل الخلوة
والجلوة الموصلة لهم الی المعارف التی هی فی مذاق [illegible]
السلیمة حلوة وعن حشو المتعقبین المتکلفین خلوة ولقلوب الطالبین
المریدین السالکین الطایرین الواصلین فی مطالعتها سلوة
فاستخرت الله العظیم شانه العمیم احسانه الساطع برهانه القاطع
سلطانه واشتغلت بکتابتها اذ وجدت صدری منشرحا
وقلبی مرتاحا جعلها الله وسیلتی الی شفاعة حبیبه ونبیه
علیه الصلوة والسلام وسببا لهدایة امته المتوسطین فیما لا یعنیهم

عکس نسخہ کتاب خانہ شہد علی پاشا ترکی



نشر مکرّر

اسلام کا چھٹا ستون

تحریر: ڈاکٹر مخدوم محمد اکمل

(نشرِ مکرر کے عنوان سے اس شمارے میں نوائے صوفیہ شمارا12 میں شائع شدہ ڈاکٹر مخدوم محمد اکمل کا مضمون شامل اشاعت ہے ہم رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی الدنیا مزرعۃ الاخرۃ کو نظر انداز کرتے اور لقمۂ حلال کی ضرورت، اہمیت اورافادیت سے غفلت برتتے ہیں بابا فرید گنج شکر پنجاب میں مشہور ولی اللہ گزرے ہیں جن کا مزار پاک پتن میں ہے)

بہت سال ہوئے جب شاید میں چھٹی یا ساتویں جماعت میں پڑھتا تھا مجھے حضرت بابا فرید گنج شکر کی شخصیت سے بہت عقیدت پید ہو گئی ان کی زندگی کے حالات اور ان کی احیائے روح اسلام کی کوششوں کے بارے میں پڑھتا رہا ایک چھوٹی سی تحریر جو میری نظروں سے گزری، اس نے صوفیائے کرام کے بارے میں میرے خیالات کو ایک نئی روشن راہ دکھائی۔ نہ صرف اس عمر میں بلکہ اس تحریر کا میرے اوپر بہت اثر ہوا بلکہ آج تک جب میں ادھیڑ عمری کی طرف تیزی سے گامزن ہوں، مجھے اس کی یاد بار بار آئی، سوچ کی ضرورت بار بار محسوس ہوئی اور اس کو دھرانے کا سہارا بار بار لینا پڑا۔ مجھے لفظ بلفظ وہ واقعہ یاد تو نہیں مگر میں یہ یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس واقعہ کی روح اور اکثر جزوً مجھے یاد ہیں۔ بار بار اس کی یاد اور اس کا ذکر بھی اس بات کا موجب بنتے ہیں کہ وہ دماغ میں تازہ رہے۔

یہ واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ حضرت بابا فرید گنج شکر اکثر کہا کرتے تھے کہ اسلام کے پانچ نہیں بلکہ چھے ستون ہیں اور سب سے پہلا ستون روٹی ہے۔ ان کے مرید اور مداح اس بات کو سنتے تھے کچھ اس کو سمجھتے اور کچھ نہیں سمجھتے تھے۔ وہ اوروں سے اس کا تذکرہ کرتے۔ حضرت بابا فرید گنج شکر اپنے دوستوں اور مریدوں میں اور خطبات میں بار بار اسی کا تذکرہ کرتے اور جب چند اصحاب نے وہاں کے امام مسجد صاحب جو نہایت نیک، پابند صوم وصلوۃ، تہجد و زکوۃ اور حج وعمرہ مسلمان تھے، سے اس بات کا تذکرہ کیا تو وہ بہت ناراض ہوئے اس بات کا حوالہ انہوں نے اپنے جمعہ کے خطبے میں دیا اور کہا کہ حضرت اس طرح کی باتیں کرتے ہیں جو شرع کے خلاف ہیں اور اس بات کی خواجہ صاحب کو جرات نہیں ہونی چاہیے کہ وہ توحید اور صلوات سے پہلے روٹی کا درجہ دیں بلکہ روٹی کا

ذکر تو اسلام کے ستونوں کے ضمن میں آنا ہی نہیں چاہیے۔

انہوں نے مباحثہ کے لئے بابا فرید گنج شکر کو چیلنج کیا اور کہا کہ اگر بابا صاحب نے یہ روش جاری رکھی تو وہ دوسرے علما اور مولوی حضرات کے ساتھ مل کر بابا صاحب کے خلاف فتوی دلانے کی کوشش کریں گے۔

حضرت بابا فرید صاحب کے مرید اس بات سے بہت پریشان ہوئے اور انہوں نے یہ بات حضور کو بتائی۔ آپ نے مسکرا کر اس بات کو ٹال دیا۔ پھر جب دوبارہ اور سہ بارہ آپ نے اپنے خیالات کا اظہار اور روٹی کا ذکر پہلے اسلامی ستون کی حیثیت سے کیا تو امام صاحب نے یہ اعلان کر دیا کہ وہ ہر سال کی طرح اس سال بھی حج پر جارہے ہیں اور واپسی پر وہ خود بابا فرید گنج شکر سے ملیں گے اور یہ تحقیق کرنے کے بعد کہ واقعی بابا فرید یہ باتیں کرتے ہیں، فتوی دلوا دیں گے اور یہ کہ کوئی مسلمان اس طرح کی باتیں نہیں کر سکتا۔

بابا فرید گنج شکر کو جب اس بات کا پتہ چلا تو وہ بالکل پریشان نہ ہوئے بلکہ مسکرا دیے۔ مولوی صاحب حج کو چلے گئے اور یہ فرض مکمل کرنے کے بعد انہوں نے اطمینان کر لیا کہ انہوں نے تمام نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، زکوٰۃ دی، ہر سال حج کیے اور مسجد میں لوگوں کو اسلام اور قرآن مجید کی تعلیم دی۔ اپنی نیکی اور دینی فرض شناسی کے خیال سے وہ مطمئن بحری جہاز میں واپس ہندوستان آرہے تھے کہ بحری جہاز ڈوب گیا۔ مشکل سے وہ ایک بہتی لکڑی کا سہارا لے کر ایک ویران جزیرے پر بہتے بہتے پہنچ گئے۔ وہاں وہ تلاش کرتے رہے کہ کوئی انسان ملے مگر کوئی ذی روح نہ دکھائی دی۔

بھوک اور پیاس نے اس کو بہت ستانا شروع کیا۔ سمندر کا نمکین پانی وہ نہیں پی سکتے تھے۔ کوئی جانور اور پھل وہاں نظر نہیں آرہا تھا اس طرح شدید بھوک کے کرب میں انہوں نے دو روز بسر کر دیے۔ جب کمزوری اور پیٹ کی تکلیف نے انہیں آدھ موا کر دیا تو ان کو دور دو درختوں کے درمیان کوئی انسان چلتا نظر آیا۔ وہ ہمت کرکے اس کی طرف بھاگے رہی سہی طاقت مجتمع کرکے انہوں نے اس کو آواز دی۔ وہ ایک بچہ تھا جو کسی کے لئے کھانا لے جارہا تھا۔ کھانا کیا تھا ایک روٹی کا ٹکڑا اور کچھ پنیر۔ مولوی صاحب نے کہا کہ ذرا میری جان بچاؤ اور کچھ مجھے کھانا کھلا دوَ۔ اس بچے نے جواب دیا کہ یہ کھانا کسی اور کا ہے اور مولوی صاحب کو نہیں دیا جاسکتا۔ دوسرا اگروہ

یہ دے بھی دے تو اس کا معاوضہ مولوی صاحب کیا دیں گے؟

مولوی صاحب کہنے لگے کہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہے وہ تو جہاز کے غرق ہونے کے بعد اور بمشکل جان بچا کر بہہ کر آنکلے ہیں۔ کافی دیر سوچ بچار کے بعد اس لڑکے نے جواب دیا کہ وہ امام صاحب کو کھانا دینے کے لئے تیار ہے بشر طیکہ وہ اپنی تمام نمازیں اس کے حق میں لکھ کر دیں اس روٹی اور پنیر کے عوض۔ بغیر کسی حیل وحجت کے مولوی صاحب نے اس لڑکے کے مہیا کیے ہوئے کاغذ اور قلم سے اس کے نام تمام زندگی کی نمازیں لکھ دیں۔ پیٹ میں بھوک سے مروڑ اٹھ رہے تھے نقاہت اور کمزوری سے آنکھوں میں اندھیرا چھا رہا تھا۔ روٹی اور پنیر کا خیال ان کو کوئی اور بات سوچنے پر مائل نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے بعد وہ لڑکا برتن لے کر جنگل میں غائب ہو گیا۔

امام صاحب نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح سے وہ پتہ چلائیں کہ ادھر کوئی آبادی بھی ہے یا نہیں؟ مگر ناکامی ہوئی اور ان کو کوئی جانور ،انسان یا پھل دار درخت نظر نہیں آیا۔ دو تین دن مزید اسی طرح گزر گئے۔ بھوک نے پھر زندگی عذاب کر دی۔ پیٹ میں انتڑیوں اور دورے کے تشنج نے ہلکاں کر دیا۔ کمزوری پھر ان پر غالب آگئی۔ تھکاوٹ سے چلنا پھرنا مشکل ہو گیا زندگی اجیرن لگنے لگی۔ قریب تھا کہ امام صاحب اپنے آپ کو مایوسی اور مزید تکلیف سے بچنے کے لئے سمندر میں غرق کر دیتے کہ پھر وہی لڑکا دکھائی دیا وہ پھر اسی طرح ایک برتن ہاتھ میں لیے درختوں کے درمیان چل رہا تھا تمام ہمت مجتمع کر کے انہوں نے پھر آواز دی اور وہ لڑکا ان کے پاس آگیا۔ پھر سے اس بے رحم لڑکے نے مولوی صاحب کے ساتھ لے دے شروع کر دی اور آخر کار معاملہ بعوض تمام روزے جو مولوی صاحب نے ساری عمر میں رکھے تھے، طے پایا۔ یہ معاوضہ بھی مولوی صاحب نے اسی کاغذ کے ٹکڑے پر لکھ کر دیا اور روٹی کے ٹکڑے اور پنیر لگا کر ٹوٹ پڑے۔ اس طرح یہ سلسلہ چلتا رہا اور دن گزرنے کے ساتھ ساتھ امام صاحب اپنی تمام نیکیاں، تمام حج، عمرے، زکوۃ حتی کہ نیک خیالات تک کا ثواب بھی اس لڑکے کو اس کاغذ کے ٹکڑے پر لکھ کر دینے پڑ گئے۔

جب ان کے پاس دینے کو کچھ نہ رہا تو خدا کا کرنا کیا ہوا کہ ساحل سمندر کے قریب سے ایک بڑا جہاز مولوی صاحب کے پاس سے گزرا۔ مولوی صاحب نے شور مچا کر اپنی پھٹی قمیص لہرا کر اس پر سوار لوگوں کی

توجہ اپنی طرف کروائی۔انہوں نے کشتی بھجوا کر مولوی صاحب کو جہاز پر سوار کر لیا۔امام صاحب نے اس بات کا شکر ادا کیا کہ خدا نے ان کی جان بچالی۔اور اب جبکہ ان کے پاس دینے کے لئے کچھ نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے اس لڑکے سے اور بھوک کی عفریت سے چھٹکارا دلایا۔

مولوی صاحب بخیر وعافیت واپس گھر پہنچ گئے۔ان کے احباب نے جب ان کو دیکھا تو خوش ہوئے کیونکہ خبر یہی عام تھی کہ جہاز ڈوب گیا تھا اور مولانا صاحب اسی کے ساتھ اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں۔مولانا نے نہا دھو کر نمازِ شکرانہ ادا کی اور اپنے اہلِ خانہ کو ملنے گھر چلے گئے آہستہ آہستہ دوبارہ وہی معمول شروع ہو گئے اور امام صاحب امامت کے ساتھ ساتھ اسلامی اور دینی تعلیم دینے لگے۔اسی دوران ایک صاحب نے مولوی صاحب کو بتایا کہ بابا فرید گنج شکر پھر وہی باتیں کر رہے ہیں کہ اسلام کے چھے ستون ہیں اور پہلا ستون روٹی کو قرار دے رہے ہیں مولانا یہ سن کر غضب ناک ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ وہ بابا فرید گنج شکر کو اس حرکت اور اس تقریر سے باز لائے بغیر نہیں رکیں گے۔بابا فرید نے جب مولوی صاحب کے غیض وغضب کے بارے میں سنا تو انہوں نے ان کو شام کے کھانے پر مدعو کیا۔

مولوی صاحب کے ساتھ ان کے اصحاب بابا فرید گنج شکر کے حجرے میں جمع ہوئے۔وہاں بابا فرید گنج شکر کے مریدین بھی تھے اور سب اس انتظار میں تھے کہ دیکھئے اس ملاقات کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

وہاں پہنچتے ہی مولوی صاحب نے بات چیت کا سلسلہ شروع کیا۔بابا فرید گنج شکر نے ٹھہرنے کا اشارہ کیا اور کہا کہ پہلے کھانا کھا لیا جائے پھر سکون سے بات چیت کی جائے گی۔کھانے کے بعد تمام اصحاب اور مریدین کے سامنے مولانا نے پھر اس بات کو بڑھایا کہ بابا فرید گنج شکر اسلام میں ایک اور ستون کا اضافہ کیسے کر رہے ہیں؟

بابا فرید گنج شکر نے اپنے قریب فرش پر بچھے ہوئے کپڑے کے نیچے سے ایک کاغذ کا ٹکڑا نکالا اور خاموشی سے امام صاحب کے ہاتھ میں تھما دیا۔اس کاغذ کو مولوی صاحب نے فوراً پہچان لیا اور ایک لمحہ توقف کے بعد فوراً بابا فرید گنج شکر کے مرید ہو گئے۔زار و قطار آنسو بہاتے ہوئے بابا فرید گنج شکر کے قدموں پر گر پڑے اور کہا کہ واقعی صوفیائے کرام ہی مذہب کی اصل روح کو سمجھتے ہیں۔



نور بخشیات

ماضی میں نور بخشیوں کو ورغلانے کے حربے

غلام حسن حسنو

بلتستان کی کل آبادی نور بخشی تھی لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نور بخشی مرکزی شخصیات کی سستی ذمہ داروں کی غفلت اور بے حسی اور مختلف عناصر کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کی وہ سے آج بلتستان میں کل آبادی کا 40 فیصد نور بخشی ہے باقی دوسرے مذاہب کے لوگ بیرون بلتستان سے نقل مکانی کر کے آنے والوں کو چھوڑ کر مقامی لوگوں میں سے کوئی دوسری، کوئی تیسری اور کوئی چوتھی نسل غیر نور بخشی ہے۔ماضی میں سیدھا سادہ نور بخشیوں کو تبدیل مسلک کے لئے ہر ہر حربہ اختیار کیا گیا ہمارے تجربے اور تحقیق کے مطابق درج ذیل حربے اختیار کئے گئے۔

۱۔ بہت سے بااثر لوگوں کو جاگیر دے کر خرید ا گیا۔

۲۔ بہت سے مجبور لوگوں کو بَبْ (ٹیکس) اور مقامی ریس معافی کی سہولت دے کر خرید لیا۔

۳۔ شاہی سرپرستی میں سید علی کریسی اور دوسرے مبلغین کے ذریعے حملے اور مختلف مسائل میں موشگافیوں کے ذریعے نور بخشی اذہان کی پریشانی کا اہتمام کیا گیا۔

۴۔ سلسلہ نور بخشیہ کے اندر سے چند نیم خواندہ عالم نما واعظوں اور فقیروں کو شیشے میں اتار کر ان کے ذریعے اپنے مسلک کے چند نہایت پر کشش اعمال و اشغال کا کمبل اس مسلکِ پاک کو پہنایا گیا۔اب اس کمبل کو کسی طرح چھوڑنا ممکن نہیں سوائے پوری انقلاب اور قلب ماہیت کے ذریعے۔

۵۔ دینی کتاب نہ ہونے کا زوردار پروپیگنڈا کیا گیا۔

ان حربوں کے ذریعے شریعت وطریقت یا ظاہر و باطن یا مادیت و روحانیت دونوں سے مالا مال سیدھے سادے مسلک کو ایک بحرانی کیفیت سے دوچار کر کے نا قابل تلافی نقصان پہنچایا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس مسلک پر رحم فرماتے ہوئے ملک کی آزادی، راجگی نظام کے خاتمے، جمہوری اقدار کے

فروغ اور علم و عرفان کی روشنی کے ذریعے مذکورہ بالا اولین دونوں حربوں سے اس مسلک کو آزاد کرادیا تاہم ان حربوں کے نتیجے میں بہت سارے بااثر لوگ مسلک چھوڑ گئے جس کے نتیجے میں سلسلہ نوربخشیہ پر دوسرے فرقے حاوی ہو چکے تھے۔ آزادی اور جمہوری انداز نے نوربخشیوں پر بالادستی کا کسی حد تک خاتمہ کر دیا۔

تیسرے حربے نے بہت سے علاقوں سے سلسلہ نوربخشیہ کا ظاہری وجود تک ختم کر دیا جبکہ معنوی لحاظ سے ہمیں دولخت کر دیا البتہ کچھ سر فروش جیسے سید نجم الدین کھرکو، مولوی محمد ابراہیم چق چن، سید شاہ عباس غورسے، مولوی محمد علی ڈوغنی اور سید جمال الدین ژھینو وغیرہ جیسے بے لوث لوگوں کے دلیرانہ اقدامات کی وجہ سے ہم خپلو میں بال بال بچ گئے۔

چوتھا حربہ اب تک روز بروز گہرا ہوتا جارہا ہے نئی نئی رسمیں ایجاد ہو رہی ہیں اور دوسروں کی ثقافتی یلغار کے مرعوب اذہان انہیں بلا سوچ سمجھے اختیار کرتے چلے جارہے ہیں یہ تک نہیں سوچتے کہ ہم پیغمبر اسلام کے امتی، محب علی، ائمہ کرام کے پیروکار اور اولیاءاللہ کے سلسلے سلسلۃ الذہب کے راہرو ہیں دوسروں کی ایجاد کردہ یہ رسمیں کیا ان مقدس ہستیوں سے ثابت ہیں یا نہیں؟ اس رنگین کمبل سے نت نئی رسموں اور اندھادھند نقل کی وجہ سے فی الحال گلو خلاصی ممکن نہیں اور چند انفرادی کامیاب کوششوں کے سوا اب تک کچھ نہیں ہوا ہے مستقبل میں بھی اس سے گلو خلاصی مشکل نظر آرہی ہے۔

پانچویں حربے کے خاتمے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بے پناہ فضل و کرم کے ساتھ اس حقیر فقیر کو میدان میں اتارا اس دشت پیمائی میں مجھے ایسا جما دیا اور طرح طرح کی کامیابی کے دروازے کھولتا رہا پورے مسلک کو کتابیں نہ ہونے کا پروپیگنڈا کرنے والوں کا جھوٹ یوں طشت از بام ہو گیا کہ میرے ذریعے مشائخ سلسلۃ الذہب کے ایک ایک بزرگ کے بیسیوں مخطوطات اور مطبوعات دنیا جہاں کی معروف کتاب خانوں سے برآمد ہوا بہت سے کتب ورسائل میرے ذریعے منظر عام پر لے آیا یوں مخالفین کا سارا حربہ غتر بود ہو کر رہ گیا کئی برس پہلے سے دینی کتاب نہ ہونے کا زوردار پروپیگنڈا زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا، سنائی نہیں دے رہا۔

بقول اویس احمد ماضی کے علاوہ اب بھی نوربخشیوں کو ورغلانے کے لئے مختلف حربے اختیار کرتے ہیں

اس سلسلے میں انہوں نے متعدد اقدامات کا ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی نا قابل تردید مثالیں بھی دی ہیں۔ مثلاً

(۱) کہیں کتابوں میں تحریف کرتے ہیں جیسے سنیوں کی جانب سے طبقات نوریہ، تشریح باب الفرائض اور اربعون الحدیث کی اشاعت اور شیعوں کی جانب سے فقہ احوط، کتاب الاعتقادیہ، مصابیح الاسلام، رفع اختلاف اور تنویر سراج الاسلام کی اشاعت۔

(۲) کہیں دھونس دھاندلی اور مکروفریب اور تقیہ بازی سے کام لیتے ہیں جیسے سید علی کریسی اور سید طہ چھوترون کی کوششیں۔

(۳) کہیں جبر و تشدد بروئے کار لائے جاتے ہیں جیسے راجگان سکردو اور خپلو کا کردار، اہل حدیث کا ۱۹۳۱ء میں خانقاہ کیریس میں ایک ساتھ جمعہ اور شیعوں کا ۱۹۷۹۔ ۱۹۸۰ء میں چق چن مسجد میں جارحانہ مداخلت اور ۱۹۲۴ء میں تحفہ تبت من اہل سنت کی اشاعت۔

(۴) کہیں ہمدردی جتاتے ہیں جیسے ۱۹۴۰ء اور ۱۹۵۰ء کے درمیان خپلو بلغار، کورو، کیریس، اور غواڑی میں نوربخشیوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کے نام سے انجمن اسلامیہ بلتستان کے جلسے، حالاتِ بلتستان (از سید اسرار حسین ۱۹۵۶ء شیعہ) وادیٔ بلتستان کے مذہبی حالات (از مولوی عبدالرشید انصار ۱۹۵۶ء سنی)، دعوت اتحاد (از محمد امین اسدی ۱۹۵۷ء شیعہ) اور دعوت اصلاح (از مولوی عبدالرشید انصاری ۱۹۵۸ء سنی) کی اشاعت اور ان میں طرح طرح سے نوربخشیوں کو ورغلانے کی کوششیں اور ہمدردی کے لبادے میں اپنے ساتھ ملانے کے حربے۔ اس سلسلے میں کیے جانے والے تمام اقدامات محض پیش بندی کے لئے ہیں۔ لیکن ان تمام کے باوجود بھی بیوقوف نوربخشیوں کی آنکھیں پھر بھی نہیں کھلتیں۔

اوپر میں نے اویس احمد کا تجزیہ پیش کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بے پناہ فضل و کرم کے ساتھ اس حقیر فقیر کو سلسلہ نوربخشیہ کے دفاع کے لئے میدان میں اتارا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس میدان میں اتارنے، جم کر کام کرنے اور ہر طرح کی کامیابی و کامرانی سمیٹنے پر بس نہیں کیا بلکہ یعقوب براہوی کی شکل میں میرے لئے ایک زبردست بازو بھی عطا کیا جو اپنی ذات میں انجمن سے کم نہیں جنہوں نے دنیا بھر میں سلسلہ

نوربخشیہ اور مشائخ سلسلۃ الذہب الصوفیہ کے مخطوطات، مطبوعات اور اس سے مربوط ہونے والے تحقیقات اور منصہ شہود پر آنے والے اشاعتی کاموں کو جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے ڈھونڈ نکالا جس کا سلسلہ زور شور سے جاری ہے۔

ابھی ہم دوسرے بازو کی تلاش میں ہیں جو انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی ہو۔ ہماری نظر NYF پر ہے لیکن وہ جس چمک کے پیچھے پڑچکی ہے، وہ ہمارے پاس ایسی چمک موجود نہیں اس لئے وہ ابھی تک ہماری جانب نہیں بڑھی۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ NYF نہ سہی کسی اور تنظیم کو ہمارا بایاں بازو بنادے تا کہ ہماری پرواز کامل ہو اور مسلک کو اس سے کماحقہ فائدہ ہو۔

اب صورت حال یہ ہے کہ مخالفین بھی یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ نوربخشیوں کو کتابیں نہ ہونے کا طعنہ دے کر ہم سے غلطی ہوئی۔

اب ہم یہاں اپنا کچھ اور فرض بطورِ تحدیث نعمت ذکر کرتے ہیں:

ا۔ نوربخشیوں کو اپنی تاریخ کا کچھ پتہ تھا نہ بزرگوں کا۔ ائمہ اطہار، امیر کبیر اور شاہ سید سے اندھی عقیدت کے سوا کچھ نہیں جانتے تھے۔ اس کی دلیل تھی عید و ماتم کا انعقاد، فقہ احوط و دعوات نامی کتابیں اور چند جگہ موجود مسجد حضرت امیر اور بس۔ مجالس المؤمنین میں سید نوربخش کی سوانحی خاکہ کے سوا علماؔ اور سادات کی نظر سے کچھ نہیں گزرا۔ علماؔ کے گھروں میں کل کتابی کائنات چار کتابیں فقہ احوط، کتاب الاعتقادیہ، دعوات اور رسالہ امامیہ۔ ابوالنجیب سہروردی کو ابونجم، عمار یاسر بدلیسی کو بدیسی، ابوبکر نساج کو نساجی، ابو علی کاتب کو کاتبی اور ابو علی رودباری کو ابوذر روذباری پڑھتے تھے جنید بغدادی، ابونجیب سہروردی اور احمد غزالی کو سلسلہ سے ہی نہیں مانتے تھے۔ آج صورت حال مختلف ہے جو میری کتاب تاریخ بلتستان (جلد اول) (جسے کچھ غیر نوربخشی دانشور تاریخ نوربخشیہ کہتے ہیں)، ہماری مشترکہ کاوش آثار شاہ ہمدان، تحفۃ الاحباب، خلاصۃ المناقب، 90 سے زاید شائع کردہ کتب و رسائل اور تمام ائمہ اور تمام مشائخ کے احوال و آثار پر مبنی تقریباً ڈیڑھ دو سو مضامین کی مرہون منت نہیں تو کس کی مرہونِ منت ہے؟ کوئی ان پڑھ یا معاند یا غیر نوربخشی ہو گا جس کے گھر میں میری شائع کردہ آٹھ دس

کتابیں نہ ہوں اور کوئی نوربخشی بچہ نہیں جو میرا قرآنی قاعدہ یا میرے تعاون ومدد سے تیار مطبوعہ قاعدہ نہ پڑھتا ہو۔

۲۔ اس وقت نوربخشی دنیا میں کم از کم 10 عدد مختلف لوگوں کے ابتدائی قاعدے ہیں جن میں سے چھوغو گرونگ سرموں کے قاعدے کے سوا باقی کی تسوید و تصحیح میں نے کی اور انہیں اشاعت کے قابل میں نے بنایا جن کی بدولت آج نوربخشی نئی نسل قرآن پاک اور دوسری دینی کتابیں پڑھ سکتے اور جن کی وجہ سے جگہ جگہ نوربخشی مدرسے چل رہے ہیں میرا اپنا قاعدہ بھی ان میں شامل ہے۔ جس کی اب تک 77 ہزار نسخے چھپے ہیں۔

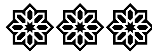
۳۔ بتایا جاتا ہے کہ کاچو حسن خان المعروف کاچو خانپہ حج کے لئے گیا تھا لیکن انہوں نے حج کے دوران طواف النساء نہیں کیا تھا واپسی کے بعد پھر دوبارہ جا کر طواف نہیں کر سکا تھا جس کے نتیجے میں انہیں اسپچو سے علیحدگی اختیار کرنی پڑی تھی۔ علامہ محمد بشیر مرحوم و مغفور کی کوششوں سے فقہ احوط چھپ چکا تھا جس میں مناسکِ حج کے تمام احکام موجود ہیں لیکن حج کے دوران اتنی بڑی اور ضخیم کتاب کو ہاتھ میں اٹھا کر مناسک حج ادا کرنا بہت مشکل کام تھا چنانچہ ہمارے حاجی صاحبان حج صحیح طریقے سے ادا کرنے سے قاصر تھے جس کے نتیجے میں واپسی کے بعد حاجی صاحبان کا معاشرے میں کردار داغدار تھا مرحوم حاجی عبدالرحمن پرتوک چھوربٹ مقیم سکردو نے اس صورت حال سے مجھے آگاہ کیا تو میں نے انوار حج لکھ کر شائع کی اور سائز بھی چھوٹی رکھی تا کہ عازمین آسانی سے اپنے ساتھ لے جائے اور کتاب ہاتھ میں لے کر اسی کی روشنی میں حج ادا کرے اس کتاب کی اشاعت کے بعد نوربخشی حجاج میں جو مثبت تبدیلی آئی ہے وہ اسی تصنیف کا نتیجہ ہے۔

۴۔ میں نے لکھنے کی صلاحیت رکھنے والے بہت سے احباب کو لکھنے کی ترغیب دی اور انہیں لکھنے میں مدد دی چنانچہ ان کی کتابیں منصۂ شہود پر آگئیں بوارضا کی کتاب آثار شاہ ہمدان، خادم حسین پندوی مرحوم کی احوال و آثار سید محمد نوربخش، اخوند محمد حسین کاشف کی مجذوب بلتستان و معلومات گلگت بلتستان، خادم حسین نوری کی ادب بلتستان، بابو ثالث کی یاد ماضی، بواحنیفہ کی گلزار حنیف، حاجی غلام حسین سیر میکی کی کتاب زندگی، ڈاکٹر ذاکر حسین کی کتاب سید محمد نوربخش کے سائنسی نظریات، ڈاکٹر غازی کی کتابیں، حسرت کی فن تاریخ گوئی، حسنی کی بلتی تم لو اور مولانا علی محمد ہادی کی کتابیں وغیرہ شامل ہیں یہ تو مطبوعہ ہیں ابھی بہت سی کتابیں زیر طبع ہیں جیسے لیکچرار

محمد اسحاق کے نجم الدین کبریٰؒ کی کتاب میزان العمل کا ترجمہ،شفاعت علی فیضی کے علاوالدولہ سمنانیؒ کی کتاب موارد الشوارد کا ترجمہ، علی محمد محمدی کے عمار یاسر بدلیسیؒ کی کتاب بہجۃ الطائفہ کا ترجمہ اور مولانا شکور علی انوار کے عمار یاسر بدلیسیؒ کی کتاب صوم القلوب وغیرہ۔علاوہ ازیں کاروان ادب خپلو کے جریدے "کاروان" کے 5 شمارے۔اب ماہنامہ نوائے صوفیہ انٹر نیشنل آن لائین میری ادارت میں شائع ہو رہا ہے۔یوں بالواسطہ علاقے میں فروغ علم ادب اور مصنفین کو علمی کاموں میں مصروف کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا ہے۔

غرض یہ کہ اس میدان میں اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اتنا کام کروایا ہے جتنا میر سید محمد نور بخشؒ کی وفات869ھ سے آج1442ھ 573 سال میں پیران پیر سمیت کل نور بخشیوں نے نہیں کیا یہ تو مطبوعہ کام ہیں غیر مطبوعہ جو تقریباً 70 جلد مختلف مسودا تہیں،سمیت کام شاید اگلے دو صدیوں میں نور بخشیوں سے شاید ہو سکے۔

عام طور پر میری کوششوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھنے والے میرے حامی لوگ ان باتوں کو میری دینی خدمت قرار دیتے ہیں اور مجھے محسن نور بخشیہ تک کہہ دیتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ان میں خدمت یا احسان کی کوئی بات نہیں ہے۔میں نے الحمد للہ !بفضل ایزدی صرف اپنا فرض ادا کیا ہے اور کر رہا ہوں۔اس مقصد کے لئے میں نے اپنے دن کا چین اور رات کی نیند قربان کی ہے اور ہزاروں روپے خرچ کیے ہیں۔



سفر سالک

رودادِ سفر شگر

ماسٹر شکور علی سرگیب

مرکزی دارالعلوم صوفیہ نوربخشیہ سترونپی خپلو اپنی نشاطِ ثانیہ کے بعد کامیابی کے منازل طے کر رہاہے اوراپنے اہداف کے حصول کے لئے کوشاں ہے۔اس دوران یہ بات زیر بحث رہی کہ دارالعلوم کے عمارت کی تیسری منزل کی تعمیر کے لئے علاقہ شگر کا دورہ کیا جائے تاکہ عمارت کی تعمیر کے لئے چندہ کے حصول کے ساتھ ساتھ مقامی نوربخشیوں سے ملاقات بھی ہو۔وہاں مخصوص مسائل سے آگاہی اور کسی حد تک ممکنہ حل کے لئے تگ ودو کیا جائے۔

آخرکار دسمبر 2016ءمیں یہ مرحلہ آگیا اور چار رکنی وفد شگر کے لئے عازمِ سفر ہوا۔وفد دو حصوں پر مشتمل تھا ایک حصہ مولانا محسن علی میر واعظ خانقاہ صوفیہ نوربخشیہ باقرپی گوند اور مولانا ابراہیم پر مشتمل تھا جو شگر خاص سے الچوڑی تک کے لئے تھا اور دوسرا حصہ مولانا غلام رسول اور راقم(ماسٹر شکور علی سرگیب)پر مشتمل تھا جس نے نیالی سے گلاب پور کی مضافاتی بستی کایو کے لئے مختص تھا۔حکمت عملی کے تحت سواری کے لئے موٹر بائیک کا انتخاب کیا گیا تاکہ وہاں ہر جگہ بآسانی رسائی ہو سکے۔

ہم چاروں خپلو سے روانہ ہوئے مگر سوء اتفاق دونوں بائیک حادثے کا شکار ہوئے۔بفضل تعالیٰ کوئی نقصان نہیں ہوا مگر وہاں پہنچنے میں تاخیر ہوگئی۔ہم دن چڑھے خپلو سے نکلے تھے سہ پہر کو شگر خاص پہنچے۔رات ہم نے مولانا محمد علی صاحب محلہ ٔ کیاہونگ کے ہاں قیام کیا۔اگلی صبح بروزِ جمعہ طے پایا کہ سب سے پہلے جناب پیر سید محمد عراقی کی قدم بوسی کے لئے ان کے دولت سرا پہنچ کر ان سے دورے کی اجازت لی جائے۔مگر بدقسمتی سے ناشتے میں دیر ہوگئی اس لئے پیر صاحب سے ان کی قیام گاہ کی بجائے سکول میں ملاقات ہوئی۔موصوف نے ہمارا پرتپاک استقبال کیا انتہائی دلچسپی اور خلوص کے ساتھ دورے کے مقاصد سے آگاہی حاصل کی اور بڑی خوشی سے اجازت دی۔پیر صاحب سے ملنے،ان کی دلآویز شخصیت کی زیارت کرنے،ان کے خلوص کو دیکھنے اوران کی پر مغز کارآمد نصیحتیں سننے کے بعد وفد کے ارکان میں نیا جوش اور ولولہ پیدا ہوا۔انہی کی تجویز پر مولانا محسن خانقاہ شگر خاص

میں خطبۂ جمعہ کے لئے رک گئے اور میں اور مولانا غلام رسول گلاب پور کی طرف روانہ ہوئے۔

ہم نیالی اترے بغیر آگے بڑھ گئے صوفی آباد (سابقہ نام بوندو) کی خانقاہ پر جمعہ کے وقت پہنچ گئے مولانا مولانا غلام رسول صاحب نے خطبۂ جمعہ دیا۔ خطبے کے اختتام پر وفد کی آمد اور غرض وغایت سے حاضرین کو آگاہ کیا گیا اور دارالعلوم کے لئے کم از کم ایک بلی سفیدہ عطیہ کرنے کی درخواست کی گئی۔ حاضرین نے اپنی اپنی بساط کے مطابق جوش وخروش کے ساتھ اس درخواست پر مثبت رد عمل کا مظاہرہ کیا۔ موقع محل پر عطیہ کے سفیدے کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ موقع پر سفیدے کاٹ بھی دیے۔ کسی سے لکڑی، کسی سے نقد رقم اور کسی سے دونوں جمع ہوئے۔ وفد نے یہاں سے کایوتک کا دورہ مقامی سرکردگان کی معیت میں کیا جو بہت ہی حوصلہ افزا رہا۔ وفد نے بارہ دنوں میں گھر گھر جا کر چندہ جمع کیا اس دوران مرد، خواتین، نوجوان بچے اور NYF کے کارکنان سے ملاقاتیں ہوئیں ان کے مسائل معلوم کیے اور انہیں دارالعلوم صوفیہ نوربخشیہ سترونپی کے اغراض ومقاصد سے آگاہ کیا۔

شگر میں اتنی بڑی تعداد میں نوربخشیوں کو پا کر دلی اطمنان ہوا کہ ان نامساعد حالات میں بھی بزرگان دین کی تعلیمات کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ ان سے تفصیلی بات چیت کے بعد ہماری اجتماعی کوتاہیاں کھل کر سامنے آگئیں کہ اس خطے کو نوربخشی اب تک نظر انداز کیے ہوئے ہیں خصوصاً علمائے کرام کا وہ کردار نہیں رہا جو وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو پھر بھی یہ صرف مذہب سے لگاؤ اور غیرت ایمانی ہی ہے جس نے یہاں کے باسیوں کو سلسلہ نوربخشیہ سے جوڑے رکھا اور مشکل حالات کا اب تک مقابلہ بھی کیا۔ کافی عرصہ بعد بلتستان کے دیگر نوربخشیوں کے ساتھ ان کے روابط کا سلسلہ چل نکلا۔ یہ رابطے خواہ علماؑ کے ہوں یا نوجوانوں کے، وہ زیادہ تر انفرادی رہے۔ مگر منظم یا اجتماعی طور پر اب تک کوئی قابل ذکر قدم نہیں اٹھایا گیا۔

یہاں کے نوربخشی مولانا غلام رسول مرحوم براہ والے کے معترف، معتقد اور احسان مند ہیں کہ ان کی کوششوں سے نوربخشی شیرازہ بکھر جانے سے بچا رہا۔ نیز بلبل تصوف بواعلی کوروی مرحوم کو بھی یہاں کے لوگ انتہائی عقیدت اور احترام سے یاد کرتے ہیں۔ اس ضمن میں یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں کہ مفتی علی محمد ہادی کے تشریف لانے کے بعد یہاں کے نوربخشی پُر اعتماد ہوئے ہیں اور اغیار کی طرف سے نوربخشیوں کے ہاں ''عالم نہ ہونے'' کے طعنے نیز اپنے مفتیوں اور شیوخ کے ذریعے دباؤ ڈالنے کا سلسلہ بھی بند ہوا ہے نہ صرف یہ بلکہ وہ خود دفاعی پوزیشن

اختیار کرنے پر مجبور ہو چکے ہیں دوسری جانب یہ تلخ حقیقت بھی سامنے ہے کہ مفتی صاحب خود عالم باعمل اور عالم بے بدل ہونے کے باوصف علاقے میں اپنا کردار کماحقہٗ ادا کرنے سے بوجوہ قاصر رہے۔ مختلف حلقوں کی جانب سے ان کی ذات کو شعوری طور پر مقامی سیاسی آسیب زدہ ماحول میں متنازعہ بنانے کی سر توڑ کوششیں کی گئیں جو کسی نہ کسی شکل میں اب بھی جاری ہے۔ان مذموم کوششوں سے اتنا ضرور ہوا کہ مفتی صاحب ایک حد تک خود کو مقامی سیاسی آلودگی سے نہ بچا سکے مگر یہ ان کا عزم اور حوصلہ ہی ہے کہ تمام تر رکاوٹوں کے باوجود ان کے پائے استقلال میں کوئی فرق نہیں آیا۔

ہمارے اس دورے کی تکمیل کے بعد اس علاقے میں نوربخشیوں کی بابت میرے ذاتی تاثرات کچھ یوں ہیں۔

۱۔ یہاں کے نوربخشیوں کا بلتستان کے دیگر نوربخشیوں کے ساتھ رابطوں کا فقدان ہے۔

۲۔ ان علاقوں میں نوربخشی کتب ورسائل کی شدید کمی ہے۔

۳۔ دیگر علاقوں کے علمائے کرام کی تبلیغی دوروں کی کمی ہے۔

۴۔ بلتستان کے دیگر علاقوں کے سرکردگان کا یہاں کے سرکردگان سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔

۵۔ جو بظاہر گاہے بگائے تبلیغی دورے ہوتے ہیں وہ بھی سطحی ہیں اور بے ربط بھی۔

ایک لحاظ سے یہاں کے مذہبی حوالے سے مسائل ہیں جن پر اولین فرصت میں توجہ دینا،ان کو سمجھنا اور ان مسائل کے حل کی شعوری اور ہنگامی کوششیں کرنا بحیثیت نوربخشی ہم سب کی ذمہ داری ہے۔البتہ انفرادی کوششوں کی بجائے اجتماعی اور مربوط و منظم کوششیں کرنا وقت کا تقاضا بھی ہے اور مذہبی ہم آہنگی کا ذریعہ بھی اور موثر و دیرپا بھی۔

مذکورہ امور میں بہتری کے لئے میرے تجاویز یہ ہیں۔

۱۔ مالی استعداد رکھنے والے چند دردمند نوربخشیوں کی ایک ٹیم تشکیل دی جائے جو رضاکارانہ طور پر ذاتی حیثیت میں سر دست دس دس ہزار روپے فی سبیل اللہ خاص کر شگر کے لئے عطیہ کرے۔ یہ ٹیم کم و بیش بیس افراد پر مشتمل ہو۔اس سے ایک ابتدائی فنڈ قائم ہو یہ اعزازی ممبران ہوں گے۔

۲۔ یہ اعزازی ممبران ضرورت کے مطابق مختلف علمی، تیکنیکی اوصاف کے حامل ذیلی کمیٹیاں تشکیل دیں تاکہ

مسائل کو سمجھ کر ان کے حل کی کوشش کرے۔

۳۔ان بیس اعزازی ممبران کا نامزد کردہ ایک وفد شگر کا تفصیلی دورہ کرے اور مقامی لوگوں سے مل کر باہمی مشاورت سے شگر کے چیدہ چیدہ فعال سرکردگان اور نوجوانوں پر مشتمل ایک مناسب وفد کا تعین کرے اور شگر کے اس وفد کو بلتستان کے نوربخشی علاقوں کا دورہ کرا کر انہیں اہم مقامات دیکھنے کا موقع فراہم کرے (مذہبی و تاریخی مقامات کی فہرست تیار کی جائے)

۴۔ تمام اہم مذہبی کتب ورسائل مناسب تعداد میں اسی اعزازی فنڈ سے خرید کر شگر میں با اثر، موزون اوراہل لوگوں میں مفت تقسیم کی جائے۔

۵۔ایک عالم اورایک سردہ دانشور پر مشتمل ۲رکنی ٹیم تشکیل دے کر وہاں کے علاقے کے ہر مسجد پر تبلیغی مہم بھیجا جائے جو اطمینان اور سکون سے بیٹھ کر اپنا فریضہ سید العارفین کے دونوں تبلیغی اصولوں کو مدنظر رکھ کر انجام دے وہ ہیں(۱) تعظیم لامر اللہ (۲)شفقت علی خلق اللہ۔

۶۔مدرسہ شاہ ہمدان سے فارغ یازیر تعلیم طالبات کی ایک ٹیم بنا کر مذکورہ بالا طرز پر خواتین میں تبلیغ کے لئے مساعی کا بندوبست کرے۔

۷۔ریٹائرڈ اعلیٰ افسران کو ٹیم کی شکل میں علاقے کا وقتاً فوقتاً دورہ کرکے علاقے کے مکینوں کی حوصلہ افزائی کرنے پر آمادہ کرے۔

۸۔نوربخشی شعرأ کا ایک باضابطہ حلقہ تشکیل دے کر محفل مشاعرہ کا بندوبست کیا جائے۔حلقہ اپنے لئے خود پروگرام تشکیل دے۔جو علاقہ شگر کے لئے خاص ہو۔

۹۔بلتستان کے خالص نوربخشی خوش الحان حمد، نعت اور قصیدہ پڑھنے والے بچوں کو جمع کرکے شگر ہی میں نعتیہ مقابلوں کا انعقاد کیا جائے۔

ان امور سے متعلق معلومات، مشاورت، تجاویز یا تعاون کے لئے رابطہ نمبر زدرج ذیل ہیں۔

۱۔ مہتمم دارالعلوم سترونپی خپلو ۲۔ماسٹر شکور علی سرگیب موبائل نمبر 0355-5192236

